شمارہ نمبر 21 | نومبر/دسمبر 2014۔محرم/صفر 1436 ہجری

نُصرۃ
میگزین

یورپ کے اندرونی اختلافات

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ
(امیر حزب التحریر)
تفسیر سورۃ البقرہ آیات 108-110

افواج پاکستان کو خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ فراہم کرنی چاہیے

طوفانی بارشیں جمہوری سیاسی حکومت کی غفلت کا نتیجہ ہیں

ضرب عضب امریکہ و بھارت کے تعلق کو مضبوط کرنے کا نام ہے

سرمایہ دارانہ نظام میں معاشی پھیلاؤ اور سکڑاؤ کے دور

نصرة

میگزین / شمارہ:21

محرم/صفر1436ہجری بمطابق نومبر/دسمبر2014ء

اس شمارے میں

اداریہ: عوام کا حکمرانوں کو منتخب کرنے کا حق اور اختیار ایک دھوکا ہے

پاکستان کے مسلمانوں کو تقریباً سات دہائیوں سے یہ دھوکا دیا جارہاہے کہ حکمرانوں کو وہ منتخب کرتے ہیں۔ انہیں فوجی آمریت یا عوامی جمہوریت میں سے کسی ایک کو ہی اختیار کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ عوامی جمہوریت میں بھی انہیں یہ دھوکا دیا جاتا ہے کہ ان کے پاس پاکستان پیپلز پارٹی یا پاکستان مسلم لیگ (ن) میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کا اختیار ہے اور اب ایک تیسرے کھلاڑی کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے جو کہ پاکستان تحریک انصاف ہے۔

یہ سمجھنا کہ حق انتخاب عوام کے پاس ہے دراصل ایک دھوکے سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس دھوکے کے پیچھے ایک ایسا نظام ہے جس نے سات دہائیاں گزار لیں ہیں۔ یہ وہ نظام ہے جس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اوامر و نواہی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ یہ انسانوں کا بنایا ہوا وہ نظام ہے جس میں انسان اپنے مفادات اور خواہشات کے مطابق قانون سازی کرتا ہے۔ یہ وہ نظام ہے جس نے سات دہائیوں سے سرمایہ داری کو نافذ کیا ہوا ہے جس کے نتیجے میں دولت چند ہاتھوں میں اکٹھی ہوتی جارہی ہے اور امیر و غریب کے درمیان فاصلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ یہ نو آبادیاتی نظام ہے جس نے مغربی استعماری طاقتوں کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ پاکستان اور اس خطے میں اپنے مفادات کو یقینی بنائیں چاہے فوجی حکمرانی کا دور ہو یا جمہوریت کا۔

> لوگوں میں اس بات کا شعور دن بہ دن بڑھتا جارہاہے کہ موجودہ نظام اور اس کی دو مختلف شکلیں، جمہوریت اور آمریت کو ختم کرکے ان کی جگہ اسلام کا نفاذ کیا جانا چاہیے اور جب تک یہ نہیں ہوتا اصل تبدیلی نہیں آئے گی

جب جمہوریت ناکام ہوجاتی ہے اور لوگوں کا غصہ اس نظام کے خلاف بڑھنا شروع ہو جاتا ہے تو اس نظام پر ایک دوسرا نقاب چڑھا دیا جاتا ہے یعنی فوجی حکمرانی کا۔ پھر اسی طرح جب فوجی حکمرانی بھی ناکام ہوجاتی ہے اور لوگوں کا اس کے خلاف غصہ بڑھنا شروع ہوجاتا ہے تو ایک بار پھر جمہوری دور شروع کر دیا جاتا ہے۔ اور جمہوری دور میں بھی کئی چہرے ہوتے ہیں جن کو ایک ایک کر کے "سیاسی تبدیلی" کے نام سے استعمال کیا جاتا ہے۔

لیکن آج یہ تمام نقاب الٹتے جارہے ہیں اور لوگ اس دھوکے سے نکل رہے ہیں کہ ان کی مرضی اور اختیار سے حکومتیں اور حکمران تبدیل ہوتے ہیں اور ان پر یہ حقیقت آشکار ہو چکی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی سکّے کے دو رُخ ہیں۔ یقیناً یہ سب دھوکے اس گلے سڑے بدبودار نظام کو بچانے کے لئے کیے جاتے ہیں۔لوگوں میں اس بات کا شعور دن بہ دن بڑھتا جارہا ہے کہ موجودہ نظام اور اس کی دو مختلف شکلیں، جمہوریت اور آمریت کو ختم کرکے ان کی جگہ اسلام کا نفاذ کیا جانا چاہیے اور جب تک یہ نہیں ہوتا اصل تبدیلی نہیں آئے گی۔ پاکستان بھر میں مسلمانوں کی اکثریت اسلام اور اسلامی آئین کی اپنی خواہش کا کھل کر اظہار کررہے ہیں۔ عوام کی یہ خواہش کب عملی شکل اختیار کرے گی اس کا انحصار افواج پاکستان پر ہے۔ سوال یہ ہے کہ افواج پاکستان آخر کب تک حزب التحریر کو خلافت کے قیام کے لئے نصرة فراہم کرنے کی بجائے جمہوریت اور آمریت کو حمائت فراہم کرتے رہیں گے۔

تفسیر سورۃ البقرۃ 108 تا 110



مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابو الرَشتہ کی کتاب "**التیسیر فی اصول التفسیر**" سے اقتباس

أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْأَلُواْ رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ وَمَن يَتَبَدَّلِ ٱلْكُفْرَ بِٱلإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ ۝ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّاراً حَسَداً مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ ٱلْحَقُّ فَٱعْفُواْ وَٱصْفَحُواْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلاَةَ وَآتُواْ ٱلزَّكَاةَ وَمَا تُقَدِّمُواْ لأَنْفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ ٱللَّهِ إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے اُسی قسم کے سوال کرو جیسے پہلے موسیٰ سے کئے جاچکے ہیں؟ اور جو شخص ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے وہ یقیناً سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ (مسلمانو!) بہت سے اہلِ کتاب اپنے دِلوں کے حسد کی بناء پر یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں پلٹا کر پھر کافر بنادیں، باوجودیکہ حق اُن پر واضح ہو چکا ہے۔ چنانچہ تم معاف کرو اور درگذر سے کام لو یہاں تک کہ اللہ خود اپنا فیصلہ بھیج دے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور (یادرکھو کہ) جو بھلائی کا عمل بھی تم خود اپنے فائدے کے لئے آگے بھیج دوگے اُس کو اللہ کے پاس پاؤ گے۔ بیشک جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے" (البقرۃ:108-110)۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل باتیں بتانا چاہتے ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ، اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں: کیا تم بھی اپنے پیغمبر محمد ﷺ سے اسی طرح کے (نامعقول اور غیر ضروری) سوالات کرتے ہو جیسے کہ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا کرتے تھے، کہ ان کے فلاں فلاں کام ہو جائیں تو ہم ایمان لائیں گے یا اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں گے، مثلاً انہوں نے ایک سوال یہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کھلی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں یا مثلاً وہ کہتے کہ (دریائے نیل کے اس پار رہنے والے) ان کفار کو ہم نے دیکھا کہ ان کے اپنے معبود ہیں، تو ہمارے لئے بھی (کہیں سے) خداؤں کا بندوبست کردو یا ان جیسے دیگر سوالات..... اس کے بعد اللہ سبحانہ ان کو آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایمان لانے یا ایمان پر برقرار رہنے کے لئے اپنے مطالبات منوانے کی شرطیں لگانا کفر ہے اور اس کی وجہ سے انسان کا ایمان کفر میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور جو ایسا کرے گا وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک جائے گا اور ہدایت کا راستہ چھوڑ کر کفر وضلالت کی راہ چل پڑے گا۔

(اَم) جو شروع آیت میں آیا ہے یہ **اَم منقطعہ** ہے، کیونکہ اس کے بعد خطاب جمع کے صیغہ **(تریدون)** "تم چاہتے ہو" کے ساتھ کیا گیا ہے اور اس سے قبل مفرد کے صیغے **(الم تعلم)** "کیا تو نہیں جانتا" کے ساتھ کیا گیا ہے، اس لئے یہ بل اور ہمزہ (اَ) کے معنی میں ہوگا، چنانچہ **(أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ)** کا معنی ہم اس طرح کریں گے کہ: بل اَتریدون اَن تسألوا رسولکم (بلکہ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوالات کرو؟)۔

(يَتَبَدَّلْ الْكُفْرَ بِالإِيمَانِ) یعنی ایمان کو چھوڑ کر کفر کا عقیدہ اختیار کرلے، یہاں حرف **با** متروک پر داخل ہوا ہے (یعنی ایمان کو ترک کرکے اس کے بدلے کفر لے لے) **(فَقَدْ ضَلَّ)** یعنی ایسا شخص یقیناً بھٹک گیا اور غلط رُخ پر چل پڑا۔

(سَوَاءَ) بمعنی درمیانہ اور سبیل مفعول کے معنی میں ہے یعنی مسبول جس کا معنی ہے ایسا راستہ جس پر آمد ورفت کی جاتی ہو، اس بنا پر اس کا معنی ہوگا، اِدھر اُدھر جھکاؤ کے بغیر راستے کے بالکل درمیان کا حصہ۔ جیسا کہ سورہ فاتحہ میں آیا ہے **(اهدنا الصراط المستقيم)** "ہمیں سیدھا راستہ دکھا" (الفاتحہ:5)۔

2۔ بہت سے اہل کتاب کی یہ خواہش ہے کہ تمہیں مرتد بنادیں اور ایمان کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کرلو، اسی لئے تمہیں تمہارے دین سے پھیر دینے کے لئے وہ دن رات ایک کئے ہوئے ہیں حالانکہ ان پر یہ حقیقت منکشف ہو چکی ہے کہ تمہارا دین اسلام حق ہے، اور یہ

بقیہ صفحہ 29 پر

روبن ولیمز کی خودکشی: مغربی تہذیب کا اصل چہرہ

تحریر: انجینیر سہام

11 اگست 2014 کو دنیا حیران رہ گئی جب روبن ولیمز جیسے آسکر جیتنے والے اداکار اور کامیڈین کی اپنے کیلیفورنیا میں واقع گھر میں موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح دنیا بھر میں پھیل گئی۔ روبن ولیمز کی ترجمان مارا بکسبوم نے اپنے بیان میں بتایا کہ وہ پچھلے دنوں شدید ڈپریشن سے دوچار تھے۔ ایک بیان میں مقامی پولیس آفیسر نے بتایا کہ تریسٹھ سالہ اداکار کی موت کو مبینہ خودکشی کے طور پر دیکھ رہیں ہیں۔ پھر اس بات کی تصدیق کر دی گئی کہ روبن ولیمز نے خودکشی کی۔

روبن ولیمز کی خودکشی نے مغربی تہذیب اور اس کے زندگی کے مقاصد کے بارے میں کئی انتہائی اہم سوالوں کو جنم دیا ہے۔ مال کی کثرت اور شہرت کے باوجود، وہ زندگی میں بدحال اور ڈپریشن کا شکار تھا، جو بالآخر اس کی خودکشی کی وجہ بنی۔ درحقیقت مغربی دنیا میں کئی لوگ بے چینی، اضطراب اور ڈپریشن کا شکار ہیں، حال ہی میں ایم۔ایم۔ڈبلیو۔آر کی رپورٹ "امریکی باشندوں میں ڈپریشن" میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہر دس میں سے ایک امریکی ڈپریشن کا شکار ہے۔ اعدادوشمار سے یہ ظاہر ہوا کہ 45-64 سال کی عمر تک کے مرد اور خواتین سب سے زیادہ ڈپریشن کا شکار ہیں یعنی ایک ایسی عمر میں جب وہ اس ہدف کو حاصل کرنے کی توقع کرتے ہیں جو انہوں نے زندگی میں اپنے لئے بنایا تھا۔ یہ ڈپریشن مغربی تہذیب کے مقرر کردہ زندگی کے مقصد سے ہوتا ہے جو کہ دنیاوی مادی فائدے کا حصول ہے۔ ایک کھوکھلا مقصد جو لوگوں کو بے اطمئنان اور بے آرام کر دیتا ہے، کیونکہ یہ انسانی وجود کے بنیادی مقصد کے سوالوں کا جواب نہیں دیتا۔ کچھ لوگ اس بیوقوفی کو دیر سے سمجھتے ہیں اور ڈپریشن میں چلے جاتے ہیں اور دوسرے یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اب زندگی جیسے کہ جینے کے قابل ہی نہیں رہی۔

مغربی تہذیب نے مرد و خواتین کو تباہی کی طرف لے جانے والی مصروف ترین چوہوں کی دوڑ میں مبتلا کر دیا ہے۔ محض مادی قیمت کے حصول کو زندگی کا مقصد بنالینے سے پورا معاشرہ ایک ایسے مقصد کے لیے کوشش میں لگ گیا ہے جو انسان کو مطمئن نہیں کرتا۔ مزید برآں اس بیوقوفی کے تعاقب میں کنزیومرازم کی بدنما صنعت کے ذریعے لوگوں کا استحصال کیا جاتا ہے، اور ان کی جبلتوں کو اشتہاربازی اور مشہور شخصیات جیسا بننے کی خواہش کے ذریعے بڑھکایا جاتا ہے۔ مردوں کے لئے زندگی کا مقصد زیادہ سے زیادہ دولت اور مقام کا حصول ہوتا ہے جو اگر حاصل بھی ہو جائے تب بھی انسانی روح کو خالی پن کا شکار کر دیتا ہے جیسا کہ روبن ولیمز کے ساتھ ہوا اور یہ دولت اور مقام حاصل کرنے کی دوڑ، جس میں کچھ لوگ ہی کامیاب ہو پائیں گے، شدید دباؤ کی وجہ بنتی ہے۔

ٹی۔سی۔ڈبلیو نے برطانیہ میں 6000 دفاتر کا سروے کیا اور یہ معلوم ہوا کہ وہاں کام کے وقت دباؤ ایک بڑا مسئلہ ہے اور اب وہ اس دباؤ کو برطانیہ میں دفاتر سے منسلک بڑے خطرات میں شامل کرتے ہیں۔ مرد و خواتین کو یہ محسوس کروایا جاتا ہے کہ اُن کو زیادہ سے زیادہ چیزیں خریدنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ان کے اندر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ انکا باورچی خانہ بہترین ہو، باتھ روم میکسکن ہو، بیڈ روم افریقی ہو، اسکینڈینویں طرز کا لونگ روم ہو اور یہ کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ وہ ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے زبردستی زیادہ محنت کرتے ہیں، وہ چیزیں جن کی انہیں ضرورت نہیں ہوتی تاکہ لوگوں کو سطحی انداز سے متاثر کیا جاسکے۔ ایک ایسی چوہے کی دوڑ جس میں جیتنے والا بھی یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ محض ایک چوہا ہی رہا۔

خواتین کو خوبصورتی کا ایک اضافی مقصد بھی دیا جاتا ہے جو زیادہ تر کے لئے ناقابل حصول ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک اوسط درجے کی ماڈل کا وزن ایک اوسط درجے کی امریکی عورت کے وزن سے 23 فیصد کم ہوتا ہے۔ زندگی میں خوشی کے لئے اس طرح کے ناقابل تسخیر اہداف صرف ڈپریشن اور دیگر ذہنی بیماریوں کی وجہ بنتے ہیں۔ پھر بھی مغربی اقدار میں ڈوبی ہوئی زیادہ تر خواتین ان اہداف کو حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ سنسناٹی کالج آف میڈیسن کے ایک سروے سے پتہ چلا کہ 33,000 خواتین میں سے 18-35 سال کی عمر تک کی 75 ٪ خواتین اپنے آپ کو موٹا سمجھتی تھیں جب کہ صرف 25٪ کا وزن میڈیکل اعتبار سے زیادہ تھا۔ اسی طرح کم وزن رکھنے والی خواتین کا 45٪ یہ سمجھتی تھیں کہ وہ بہت موٹی ہیں۔ امریکہ کے ادارہ برائے ذہنی امراض نے یہ دعویٰ کیا کہ امریکہ میں لوگ روزانہ 109 ملین ڈالر وزن کم کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ 20 میں سے ایک امریکی خاتون کو اینوریکسیا اور بولیمیا کی بیماری ہے اور ہر سال ایک ہزار امریکی خواتین اس سے ہلاک ہو جاتی ہیں۔ برطانوی میڈیکل ایسوسی ایشن نے 2000ء میں ایک رپورٹ شائع کی جس میں اینوریکسیا کے بڑھتے ہوئے رجحان کی وجوہات کو بیان کیا گیا اور بتایا گیا کہ "میڈیا کے تکلیف دہ حد تک دُبلی فیشن ماڈلز کے ذریعے پیدا کئے گئے

بقیہ صفحہ 29 پر

یورپ کے اندرونی اختلافات، امریکہ-یورپ تعلقات اور ریاستِ خلافت کا اِن کے خلاف ممکنہ لائحہ عمل

تحریر: کامران شیخ

آج کا یورپ جو یورپی یونین کی شکل میں بظاہر متحد نظر آتا ہے۔ اپنی بنیادوں میں وطن پرستی (Nationalism)، منفعت اور خود غرضی کی اساس پر مبنی سوچ اور اپنے ہی کروڑوں لوگوں کے خون بہا نے والی جنگوں کا خوفناک ماضی لئے ہوئے ہے۔

یورپی ممالک نے ایک دوسرے کو اٹھارویں اور انیسویں صدی میں بالعموم اور بیسویں صدی میں بالخصوص جنگوں کی شکل میں شدید نقصان پہنچایا تھا۔ آخر کار اپنے خونریز ماضی سے پیچھا چھڑانے کیلئے جنگ عظیم دوئم کے بعد یورپ نے معاشی بنیادوں پر متحد ہونے کا فیصلہ کیا اور 1951 میں European Coal and Steel Community اور 1958ء میں European Economic Community کی بنیاد ڈالی تاکہ یورپ کو معاشی مفادات کی بنیاد پر ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جائے جو انہیں مجبور کر دے کہ آپس کے اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کی سرحدوں کا احترام کریں اور اپنی عوام، جو کہ صدیوں کی جنگوں اور ناقص معاشی پالیسیوں سے بیزار تھی، کی خوشحالی اور مادی ترقی کے لیے کام کریں۔ شروع میں یورپ کے صرف چھ ممالک فرانس، جرمنی، ہالینڈ، بلجیم، اٹلی اور لکسمبرگ نے اِن دو اداروں کی بنیاد ڈالی اور یورپ میں موجود وسائل کو مشترکہ پالیسیوں کے تحت سمیٹنا شروع کیا اور آہستہ آہستہ یورپ کے باقی ممالک بھی اِن پلیٹ فارمز پر شامل ہونا شروع ہوئے۔ آخر کار سوویت یونین کے ٹوٹنے سے اور کیمونزم کے زوال کے بعد 15 یورپی یونین کے ممالک نے اِن دو اداروں کو Maastricht Treaty کے تحت 1993ء میں یورپی یونین کی شکل دی تاکہ معاشی فوائد کے علاوہ سیاسی طور پر بھی اس طرح متحرک ہوا جائے کہ سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد پیدا ہونے والے خلا کو پُر کر سکیں اور اگر ممکن ہو تو دنیا کے افق پر امریکہ کے علاوہ یورپی یونین کو بھی ایک مضبوط سیاسی طاقت کے طور پر منوایا جائے۔ اس خواہش کو رکھنے والے ممالک میں یورپ کے دو ستون جرمنی اور فرانس پیش پیش تھے جبکہ موجودہ یورپی یونین میں اب 28 ممالک شامل ہیں۔ ایک اہم بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ یورپ کو اکٹھا کرنے کے محرکات معاشی سے زیادہ سیاسی تھے جن میں سب سے اہم یورپ کو دوبارہ جنگوں میں ملوّث ہونے سے روکنا تھا جو بار بار وطن پرستی (Nationalism) اور مفادات کے ٹکراؤ کی وجہ سے پھوٹ پڑتی تھیں۔

1993ء میں یورپی یونین نے اپنے قیام کے بعد قابل ذکر حد تک معاشی ترقی کی اور کئی اقدامات کے ذریعے اپنے آپ کو امریکہ کے سامنے ایک مضبوط معاشی طاقت کے طور پر لا کھڑا کیا۔ یورپ کے ممالک کو آپس میں مزید مربوط کرنے کے لیے کئی پالیسیز بھی نافذ کی گئیں جن میں پہلے سے نافذ یورپ کی Singly Market یعنی Free Trade Zone کے علاوہ یورپی یونین میں شامل تمام ممالک پر داخلی طور پر عدلیہ، تجارت، زراعت، ماہی گیری اور علاقائی ترقی کے لئے یکساں قوانین کا نفاذ اور خارجی طور پر لوگوں، services یعنی خدمات، اشیاء اور سرمائے کا بلا روک ٹوک تبادلہ یقینی بنانا ہے۔ اس کے ساتھ شنگین ویزہ (schengen visa) نے بھی یورپ کو پوری دنیا کے لوگوں کے لیے توجہ کا ایک بہت بڑا مرکز بنا دیا۔ یورپی ممالک، جو اپنے آپ کو معاشی طور پر مضبوط ہوتا دیکھ رہے تھے، نے اپنے آپ کو دنیا کی سب سے بڑی معشیت بنانے کے لیے 2002ء میں اپنی ملکی کرنسیوں سے دستبردار ہو کر واحد کرنسی یورو کو اختیار کر لیا۔ اِس وقت یورو زون یعنی یورو کرنسی کو اختیار کرنے والے ممالک کی تعداد 18 ہو چکی ہے۔

1993ء میں یورپی یونین کے آغاز کے بعد سے 2007ء تک بین الاقوامی سطح پر معاشی عناصر (Economic Factors) مستحکم ہونے کی بدولت یورپی ممالک نے معاشی میدان میں خوب ترقی کی گو کہ سیاسی اور فوجی اعتبار سے یورپ تب بھی امریکہ کے اثرورسوخ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، لیکن اِس معاشی ترقی کی بدولت وہ یہ سمجھنے لگے کہ شاید انہوں نے اختلافات سے بھرپور ماضی سے پیچھا چھڑا لیا ہے اور اب اُن کی ترقی کا دارومدار یورپی یونین کے اتحاد پر ہی ہے۔ لیکن 2008ء میں آنے والے معاشی بحران نے جس کا آغاز امریکہ سے ہوا تھا یورپ کو بھی بُری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ ممالک جو منفعت کی بنیاد پر اکٹھے ہوئے تھے بحران شدید ہوتے ہی دوبارہ اِن اختلافات کی جانب لوٹ آئے جو کہ یونین کی بنیادوں میں شامل تھی اور جن کی اساس ہم مذہب ہونے کے باوجود مختلف قومی ریاستوں (Nation States) میں

بڑے ہونا تھا۔ آیئے اِس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ یورپ کا بحران کس نوعیت کا ہے اور اِس نے کس طرح یورپی ممالک کی بنیادوں میں موجود اختلافات کو ایک مرتبہ پھر سامنے لا کھڑا کیا ہے۔

نومبر 2008ء میں جب عالمی مالیاتی بحران اپنے مرکز امریکہ سے شروع ہوا تو یورپ نے سرکاری طور پر کساد بازاری اور معاشی سکڑاؤ کے شروع ہونے کا اعلان کیا۔ پھر پے در پے اقتصادی اور مالیاتی بحران نمودار ہونے لگے مثلاً سٹاک مارکیٹس کا بحران، کمپنیوں اور بنکوں کا دیوالیہ ہونا وغیرہ۔ پھر اِن ممالک کی طرف سے اِن مالیاتی اداروں کے بچانے کے لیے بے تحاشہ پیسہ لگایا گیا جو اس مسئلے کو حل کرنے کی بجائے ان ملکوں پر بہت بھاری بوجھ بن گیا جس نے بہت تیزی سے Sovereign Debt Crisis یعنی ریاستی قرضوں کے بحران کی شکل لے لی جو تادمِ تحریر جاری ہے۔ یورو کا بحران اُس وقت نمایاں ہوا جب بڑی عالمی کرنسیوں خاص کر ڈالر کے مقابلے میں یورو کی قیمت گرنے لگی اور اس کے بعد ہی Sovereign Debt یعنی ریاستی قرضوں کا بحران شروع ہوا۔ ریاستی قرضے اُس وقت بحران کی شکل اختیار کر جاتے ہیں جب ایک ریاست کے قرضے اُس کی آمدن اور GDP سے بڑھ جائیں اور وہ ملک اپنے قرضوں کو Treasury Bonds کی شکل میں دوسرے ممالک، بنکوں اور عالمی اِداروں کو جاری کرتا ہے جن پر وہ انہیں شرح سود بھی ادا کرتا ہے لیکن اگر وہ ملک اس قابل نہ رہے کہ بانڈز پر ہر دم بڑھتے سود اور انشورنس ویلیو کی رقم ادا کر سکے جبکہ دوسری طرف وہ اُس قرضے کو بھی ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو اُسکے جاری کردہ Treasury Bonds پر ان ممالک اور مالیتی اداروں کا اعتماد گھٹ جاتا ہے اور وہ ان سے پیچھا چھڑانے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں یوں ایسا بحران جنم لیتا ہے جو نہ صرف اس ملک کے پورے اقتصادی نظام کو متاثر کرتا ہے بلکہ سیاسی استحکام اور حکومتی پوزیشن کو بھی ہلا کر رکھ دیتا ہے۔

یورپ کا یوروزون اُس وقت کے بعد سے شدید متاثر ہوا جب 2011ء میں یونان کے ریاستی قرضوں کے بارے میں یہ خبر عام ہوگئی کہ وہ اپنے قرضے ادا کرنے کے قابل نہیں رہا جو کہ 350 ملین یورو یا 482 بلین ڈالرز کے مساوی تھے۔ یہ قرضے اُس کی سالانہ پیداوار (GDP) سے 160 فیصد زیادہ تھے یہاں تک کہ اس کا بجٹ خسارہ 13.6 فیصد تک پہنچ گیا جبکہ یورپی یونین میں شامل ممالک کے لیے بجٹ خسارے کی حد 3.5 فیصد ہے۔ یہ بحران اتنا شدید ہوا کہ آخر کار یونان کے وزیر اعظم پاپانڈریو کو اپنی مدت پوری ہونے سے پہلے ہی مستعفی ہونا پڑا۔ یہی حال اُس وقت اٹلی کا بھی تھا جب ریاستی قرضوں کے بحران کو حل نہ کرنے کی وجہ سے اٹلی کے وزیر اعظم برلسکونی کو بھی اپنی حکومت سے ہاتھ دھونا پڑے۔ اسی قسم کے بحرانوں کا سامنا یورپ کے مزید ممالک آئرلینڈ، پرتگال اور سپین کو بھی کرنا پڑا حتی کہ Sovereign Debt Crisis نے فرانس جیسے ملک کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا جو یورپی یونین کا ایک بڑا ملک ہونے کے ساتھ ساتھ یورو زون کا بھی ایک بڑا ملک ہے۔ آج اس معاشی بحران کا سامنا کرتے ہوئے یورپ کو تقریباً 6 سال ہونے کو آئے ہیں لیکن اب تک یورپ اس سے نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکا جس کی بنیادی وجہ یونین کے مجموعی فائدے کے بارے میں سوچنے کی بجائے ہر ملک کا وطنیت اور مفاد کی بنیاد پر سوچنا ہے۔

یورپی یونین کے دو اہم ترین ستون جرمنی اور فرانس ہیں۔ یہی دو ممالک سب سے زیادہ یہ خواہش رکھتے ہیں کہ یونین کو ایک مضبوط بلاک بنائیں تاکہ دنیا میں اپنی سیاسی برتری کے خواب کو پورا کر سکیں۔ فرانس اور جرمنی دونوں ہی یورو زون کے مسائل کو حل کرنے کے لیے کام کر رہے ہیں لیکن یوں لگ رہا ہے کہ اس بحران پر قابو پانے اور اس کو حل کرنے کے طریقہ کار پر ان دو ملکوں میں بھی بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ اقتصادیات کا موضوع ریاستوں کی بالادستی کے موضوع سے ٹکراتا ہے اور اس کی وجہ ان دونوں ممالک کا اپنے آپ کو یورپی یونین کے دو بڑے لیڈر سمجھنا ہے۔ اس لیے ان دونوں کے درمیان پس پردہ بالادستی کی رسہ کشی چلتی رہتی ہے کہ کون اس اتحاد کے فیصلوں پر اثر انداز ہو گا اور کس کی بات مانی جائے گی۔ فرانس نے ان بحرانوں کے حل کے لیے اقتصادی حکومت بنانے کی پیشکش کی جو ہر ملک پر ایک مخصوص اقتصادی پالیسی نافذ کرے گی اور ہر ملک اس کا پابند ہو جبکہ جرمنی نے اکنامک مینجمنٹ قائم کرنے کی تجویز دی یعنی ایسا اسٹرکچر اور فریم ورک بنایا جائے جو صرف پابندیاں لگائے اور اقتصادی حکومت بنانے کی تجویز سے اتفاق نہیں کیا کیونکہ اس سے ہر ملک کو یہ تاثر ملے گا کہ ان کی حکومتوں سے بھی کوئی بڑا ادارہ ہے جو انہیں حکم جاری کرتا ہے اور اس طرح اُنہیں اپنی بالادستی خطرے میں نظر آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ فرانس کی اس تجویز کو پورے یورپ میں پذیرائی نہ مل سکی۔

یورپی یونین کے حوالے سے جرمنی کے کردار کو سمجھنا انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یورپ کے اکٹھا ہونے کے بعد سے بالعموم اور یورپی یونین کے قیام کے بعد سے بالخصوص پورے یورپ کی منڈیوں سے سب سے زیادہ معاشی فائدہ جرمنی نے اٹھایا اور پورے یورپ کے وسائل کو اپنے اور اپنی عوام کی خوشحالی کے لیے استعمال کیا ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ جرمنی معاشی اعتبار سے یورپی یونین اور یوروزون کا سب سے طاقتور ملک ہے۔ اس کی مضبوط معیشت کا سارا دارو

مدار اس کی بر آمدات پر ہے جو اس کے GDP کا 40 فیصد ہے۔ جرمنی دنیا کا دوسرا سب سے بڑا بر آمد کنندہ ہے۔ یورپ Free Trade Zone ہونے کی وجہ سے 500 ملین سے زائد لوگوں کی ایک وسیع مارکیٹ ہے۔ جرمنی ایک ایسا ملک ہے جس کی زرعی اور صنعتی پیداوار انتہائی بڑے پیمانے پر تیار ہونے کے بعد ایک وسیع مارکیٹ چاہتی ہیں۔ یورپ کا Free Trade Zone ہونا ہر لحاظ سے جرمنی کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ جرمنی کی وسیع بر آمدات نے یورپ کے تمام ممالک کی منڈیوں پر اجارہ داری قائم کر رکھی ہے جس کے باعث جرمنی پورے یورپ سے مفادات سمیٹتا ہے۔ دوسری طرف معاشی اعتبار سے یورپ کا سب سے زیادہ مضبوط ملک ہونے کی وجہ سے یورپین سینٹرل بینک میں نسبتاً سب سے زیادہ حصہ جرمنی کا ہے جس کی وجہ سے اس کے مفادات ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں۔ یورپ میں یورو کی قدر یہی یورپین سینٹرل بینک ہی کنٹرول کرتا ہے۔ لہٰذا ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر جرمنی سینٹرل بینک میں سب سے بڑا حصہ دار ہے تو وہ اس کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اور اس طرح وہ اس بینک کے ذریعے پورے یورپ کی مالیاتی پالیسی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس طرح جرمنی کو معلوم ہے کہ پورے یورپ کو یورپی یونین کے چارٹر کے تحت جوڑے رکھنے اور انہیں ایک ہی کرنسی کی چھتری تلے جمع رکھنے میں اس کا اپنا ہی مفاد ہے۔ مگر دوسری طرف اس کے معاشی مفادات اور پالیسیاں یورپ کے معاشی بحران کے حل میں ایک اہم رکاوٹ ہیں۔ یورپ کا تقریباً ہر ملک ہی جرمنی کے ساتھ تجارتی خسارے کا شکار ہے حتیٰ کہ یورپ کا دوسرے بڑے ملک فرانس کے بھی اربوں یورو جرمنی کے ساتھ تجارتی خسارے کی وجہ سے ڈوب چکے ہیں یہی تجارتی خسارہ ان ممالک کے بجٹ میں بجٹ خسارے کا باعث بنتا ہے۔ دوسری طرف یورپین سینٹرل بینک میں جرمنی کا اثر و رسوخ بھی دوسرے ممالک کے معاشی معاملات پر اثر انداز ہوتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ جرمنی یورپی یونین کو مزید کمزوری سے بچانے کے لیے یورپی ممالک کو ریاستی قرضوں کے بحران سے نکالنا بھی چاہتا ہے۔ لیکن اس کے لیے وہ اپنے ریاستی مفادات کسی صورت داؤ پر نہیں لگانا چاہتا۔ جرمنی کی طرف سے یورپ کو بحران سے نکالنے کے لیے کئی اقدامات تجویز کیے گئے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1) یورپی یونین قانون سازی کے تحت برسلز جو کہ یورپی یونین کا بیلجیم میں دارالحکومت ہے کو یورپی سینٹرل بینک کے ذریعے یہ اختیار دے کہ وہ اُن تمام ممالک کے بجٹ کو، جو ریاستی قرضوں کے بحران کا شکار ہیں، کنٹرول کر سکے۔

2) ایسے ممالک ہر صورت اپنی مالیاتی پالیسی میں سادگی کے اصول اختیار کرنے والے اقدامات اپنائیں یعنی ریاستی اخراجات اور عوامی ترقیاتی منصوبوں پر اُٹھنے والے خرچوں کو کم کریں۔

3) یورپی یونین کی طرف سے مقروض ریاستوں کو بین الاقوامی سطح پر کوئی مدد فراہم نہ کی جائے۔

4) ریاستی قرضوں میں ڈوبے ممالک کے یورپی یونین کے الیکشن میں، جو ہر پانچ سال بعد ہوتے ہیں، ووٹ ڈالنے کا اختیار منجمد کر دیا جائے۔

5) ایسے ممالک سادگی کے اصولوں کے تحت اپنے عوام کی تنخواہوں کی سطح کو کم کریں۔

6) بجٹ کو بڑھانے کے لیے بجٹ خسارے کی اجازت دینے والے ممالک کی مالی مدد بند کر دی جائے۔

7) ہر ملک اپنے آئین میں بجٹ خسارے کی حد مقرر کرے تاکہ نادہندہ ہونے کی صورت میں اُسے یورپی یونین سے نکلنا نہ پڑے۔

لیکن یورپی ممالک کی حکومتیں جرمنی کی ان تجاویز کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کیونکہ ایک طرف تو عوامی ترقیاتی منصوبوں پر رقم کم کرنے اور عوام کی تنخواہوں کو کم کرنے سے انہیں اپنے ہی ملک میں اپنی عوام کی مخالفت مول لینا پڑے گی دوسری طرف انہیں 2009ء میں طے پانے والے لسبن معاہدہ (Lisbon Treaty) میں تبدیلیاں کرنا پڑیں گی۔ لسبن معاہدہ یورپی یونین پر حکمران ہے اور یورپی ممالک ان پر پہلے ہی بڑی مشکل سے راضی ہوئے تھے اور اپنے قومی مفادات کو چھوڑنے پر راضی نہیں تھے۔ پھر یہ تجاویز کسی بھی ملک کے اقتدار اعلیٰ (Sovereignty) میں براہ راست مداخلت تھیں جس کے لیے یورپی ممالک کبھی بھی متفق نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اب تک یورپی یونین اس بحران سے نکلنے میں ناکام نظر آتی ہے کیونکہ ہر ریاست یونین سے بڑھ کر اپنے مفادات کو مقدم رکھتی ہے۔

جہاں تک Austerity Measures یعنی سادگی پر مبنی اقدامات کی بات ہے تو مقروض ممالک ایک حد سے زیادہ سادگی اپنانے کے لیے تیار نہیں کیونکہ انہیں اپنی عوام پر مزید ٹیکسوں سمیت کئی ایسے اقدامات اٹھانا پڑیں گے جو اُن کی حکومت کو انتہائی غیر مقبول بنا دیں گے۔ ان مقروض ممالک کا کہنا ہے کہ چونکہ یورپ کے امیر ممالک نے یورپی Free Trade Zone اور دوسری پالیسیوں کے تحت یورپ کے وسائل کو زیادہ استعمال کیا ہے لہٰذا ریاستی قرضوں کے بحران کو حل کرنے کے لیے بڑے ممالک ہی ان قرضوں کا بوجھ اٹھائیں اور قرضوں میں پھنسے ہوئے ممالک، جن میں یونان، اٹلی، پرتگال، آئرلینڈ اور سپین

سرفہرست ہیں، کو مزید قرضے بھی دیتے رہیں تاکہ یہ ممالک default نہ کریں اور یورپی یونین کو مزید خطرے سے بچائیں۔ لیکن امیر ممالک خصوصاً جرمنی جو پہلے ہی بہت قرضے دے چکے ہیں مزید ایسے قرضے نہیں دینا چاہتے جن کی واپسی کی کوئی امید نہ ہو بلکہ وہ مقروض ممالک کو سادگی پر مبنی اقدامات اٹھانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ دوسری طرف ہر ملک کے اندر طبقاتی فرق (Class difference) بھی شدید اختلافات کا باعث بن رہا ہے۔ ہر ملک کا نچلا اور درمیانہ طبقہ (Lower and Middle class) یہ سمجھتے ہیں کہ عوام جو اس بحران کے سبب پہلے ہی بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور ٹیکسوں کے بوجھ کا شکار ہیں، سادگی پر مبنی اقدامات کا نشانہ بھی وہی بنیں گے اور اشرافیہ کو اس کی کوئی قیمت نہیں چکانی پڑے گی۔ لہٰذا ان کا مطالبہ ہے کہ ان کے ملک کی اشرافیہ کو ہی اس کا بوجھ اٹھانا چاہیے جنہیں پہلے ہی حکومتوں نے کئی مراعات اور ٹیکسوں میں چھوٹ دے رکھی ہے۔ کئی ممالک کے عوام یورپی یونین کو ہی اپنے مسائل کی بنیادی وجہ سمجھتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس یونین سے بڑے ممالک ہی فائدہ اٹھاتے ہیں لہٰذا ان ممالک میں یونین سے نکلنے کی آوازیں بڑھتی جا رہی ہیں۔

جرمنی ایک طرح سے شدید مخمصے اور کشمکش کا شکار ہے۔ اگر قرضوں میں ڈوبے تمام ممالک سادگی پر مبنی اقدامات اٹھائیں تو اس سے جرمنی کی برآمدات، جو اس کی معیشت کے لیے آکسیجن اور ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں، پر شدید ضرب پڑے گی کیونکہ ان اقدامات سے لوگوں کی قوت خرید کم ہو جائے گی۔ لہٰذا جرمنی نہ چاہتے ہوئے بھی ان ممالک کو یورپین سینٹرل بینک کے ذریعے قرضے جاری کرواتا رہتا ہے تاکہ ان ممالک میں جرمنی کی مصنوعات کے لیے طلب اور قوت خرید دونوں برقرار رہیں۔

جرمنی نے قرضوں میں پھنسے ممالک کی مدد کے لیے قائم کردہ فنڈ European Stabilization Fund میں بھی اپنا حصہ 450 بلین یورو سے بڑھا کر 1000 بلین یورو کر دیا ہے۔ پھر اس نے کچھ عرصہ قبل سپین کی بیمار معیشت کو بھی 100 بلین یورو کا قرضہ دیا۔ یہ تمام اقدامات اس بات کی دلیل ہیں کہ جرمنی اس یونین کو بچانے کے لیے سر توڑ کوششیں کر رہا ہے کیونکہ اگر ایک ملک بھی default کر گیا تو اُسے یورپی یونین سے نکلنا پڑے گا اور اگر ایک مرتبہ یہ سلسلہ شروع ہو گیا تو جرمنی بھی نہیں جانتا کہ یہ سلسلہ کہاں ختم ہو گا اور یونین کے وجود کو شدید خطرات سے دوچار کر دے گا۔ لیکن جرمنی یہ بھی چاہتا ہے کہ باقی ممالک اپنے بجٹوں کو منظم کریں اور ریاستی قرضوں کے بحران سے خود چھٹکارا پائیں۔ لیکن ایسا ہوتا نظر نہیں آ رہا اور یورو کرنسی بدستور خطرے میں ہے۔ جرمنی کی چانسلر انجیلا مرکل نے یوروزون کے مستقبل کے بارے میں متنبہ کرتے ہوئے تاکید سے کہا تھا کہ "جرمنی نہیں چاہتا کہ کوئی بھی ملک دیوالیہ ہو کیونکہ ایک کے دیوالیہ ہونے کا مطلب ہے سب کا دیوالیہ ہونا"۔ پھر ایک موقع پر اپنی کرسچن ڈیموکریٹک پارٹی کی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "یورپ دوسری عالمی جنگ کے بعد اپنے مشکل ترین دور سے گزر رہا ہے اگر یورو ناکام ہو گیا تو یورپ ناکام ہو جائے گا"۔

جرمنی کی طرف سے بکثرت تجاویز، یورپین سٹیبلائزیشن فنڈ میں اضافہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے ریاستی مفادات کے تحفظ کے ساتھ ساتھ یورپ، یورپی یونین اور یورو کو ریاستی قرضوں کے بحران سے نجات دلانا چاہتا ہے اس بات کو جانتے ہوئے کہ یورو یورپی یونین کی کامیابی کا راز ہے اور یورو کا زوال یورپ کا زوال ہے۔

اس بحران کے سیاسی اور معاشرتی منفی اثرات بھی یورپ پر کم نمایاں نہیں۔ جیسے پہلے بات ہوئی کہ ہر ملک اس بحران کی قیمت چکانے کے لیے متوسط درجے اور اشرافیہ کے طبقات میں تقسیم ہے جبکہ دوسری طرف یورپ میں بے روزگاری کی شرح ہر دم بڑھ رہی ہے۔ 2013ء میں یورپ میں بے روزگاری کی شرح کی اوسط 11.6 فیصد تھی جبکہ 11 ممالک میں یہ شرح 10-17 فیصد اور دو ممالک سپین اور یونان میں بالترتیب 25 اور 26.5 فیصد ہے۔ بے روزگاری کی یہ شرح کسی بھی لحاظ سے کسی بھی ملک کے لیے خطرناک قرار دی جا سکتی ہے۔ اس بے روزگاری کی وجہ سے یہ ممالک بہت سے دوسرے معاشرتی مسائل کا شکار بھی ہو رہے ہیں جبکہ سیاسی طور پر اس صورتحال کا الزام یورپی یونین کے سر تھوپتے ہیں۔

جہاں تک برطانیہ کا تعلق ہے جو کہ اس اتحاد کا بڑا اہم رکن ہے تو وہ اٹلانٹک کارنر کے ایک مقام پر کھڑا یورپ کی حالت زار کا تماشہ دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو اتحاد کی تباہی اور اس مالیاتی بحران جس کا وہ خود بھی شکار ہے، کے نتائج سے بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے لیکن وہ اتحاد کی مشکلات کو حل کرنے میں اس قدر دلچسپی نہیں لے رہا جس قدر وہ مفادات اور غنائم کی تاک میں بیٹھا ہے۔ چونکہ وہ یوروزون میں داخل ہی نہیں ہوا لہٰذا اپنی کرنسی پاؤنڈ سٹرلنگ سے دستبردار نہیں ہوا اور یورو کو اختیار کرنے میں دلچسپی کا اظہار بھی نہیں کرتا اس لیے یورو کا معاملہ اس کے لیے کسی اہمیت کا حامل نہیں۔ برطانیہ کے اندر بھی ایسی آوازیں اُٹھ رہی ہیں جو یورپی یونین سے علیحدگی کی باتیں کرتی ہیں تاکہ کوئی اس پر یورو کو اپنانے کے لیے دباؤ نہ ڈالے۔ برطانیہ کے سابق وزیر خارجہ ولیم ہیگ نے ایک موقع پر کہا کہ "یورو اجتماعی حماقت ہے اور وہ بہت جلد تاریخ کے کوڑے دان کا حصہ بن جائے گا"۔ پھر

یوروزون کو تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ "یہ ایک ایسی جلتی ہوئی عمارت ہے جس میں آگ سے بچ نکلنے کے دروازے ہی موجود نہیں"۔ ایک اور موقع پر برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون نے کہا کہ "یورو بحران صرف یورپی معیشت کے لیے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی معیشت کے لیے خطرے کے گھنٹی ہے"۔ یورپ کے سیاستدانوں کو برطانیہ کی دوغلی پالیسی اور بدیانتی کا علم ہے چنانچہ یورپی کمیشن کے سابق صدر باروسو نے یہ کہتے ہوئے اشارہ کیا کہ "ان اتحادی ممالک کو چاہیے کہ جو یورو میں شامل ہونے کی تائید نہیں کرتے کہ وہ اُن ممالک کے راستے میں رکاوٹ کھڑی نہ کریں جو اس سمت میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں"۔

اس سب کے باوجود جب تک یہ یونین قائم ہے برطانیہ کا یورپی یونین سے نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں کیونکہ اس سے وہ سیاسی اور معاشی فوائد حاصل کرتا ہے۔ برطانیہ عالمی سطح پر سیاسی مفادات کے حصول کے لیے یورپ کو اس بات کی طرف کھینچتا ہے کہ وہ عالمی امور پر اس کے مفاد کے مطابق رائے اختیار کرے بلکہ یورپی یونین سے سے نکلنا اس کے لیے نقصان دہ ہو گا اسی لیے وزیر اعظم کیمرون نے یہ کہتے ہوئے وضاحت کی کہ "یورپی یونین سے نکلنا برطانیہ کے قومی مفاد میں نہیں جس وقت ہم یورپی یونین سے نکلے ہمارے حالت ناروے کی طرح ہو جائے گی یعنی برسلز سے ہونے والے ہر فیصلے سے ہم متاثر تو ضرور ہوں گے لیکن کسی فیصلے میں شریک نہیں ہوں گے"۔ ساتھ ہی وہ برطانیہ کی بالادستی سے دستبردار ہونے کے لیے بھی تیار نہیں جب اُس نے کہا کہ "برسلز میں یورپی کمیشن کے اختیارات کے بڑے حصے کو قومی حکومتوں کو دے دینا چاہیے"۔ یوں برطانیہ یورپی یونین سے نکلنا بھی نہیں چاہتا جبکہ یوروزون میں شامل بھی نہیں ہونا چاہتا۔

یورپی یونین کا 28 ممالک میں بٹے ہونا اور اس میں ایک مضبوط سیاسی لیڈرشپ کا نہ ہونا اس کو صرف معاشی ہی نہیں بلکہ سیاسی اور فوجی محاذ پر بھی نقصان پہنچا رہا ہے۔ یورپ کی فوجی طاقت کو امریکہ نیٹو کے ذریعے اپنے مفادات کے لیے استعمال کر رہا ہے جبکہ 2000ء سے بڑے یورپی ممالک، جن میں جرمنی، فرانس، اٹلی اور سپین شامل ہیں، یہ کوشش کر رہے ہیں کہ یورپین آپریشنل ہیڈ کوارٹر قائم کیا جائے جس کے تحت علیحدہ یورپین فورس بنائی جائے جو کہ نیٹو سے علیحدہ اور امریکی اثر سے آزاد ہو اور یورپ کے سیاسی اور فوجی اہداف حاصل کرنے کے لیے استعمال کی جائے۔ لیکن اب تک اس ارادے کو کمزور یورپی سیاسی قیادت کی وجہ سے عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکا کیونکہ دوسری طرف برطانیہ اس منصوبے کی شدید مخالفت کر رہا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے اس طرح یورپ پر اس کا اثر ورسوخ کم ہو جائے گا جبکہ وہ ہر حالت میں یورپ پر اثر ورسوخ رکھنا چاہتا ہے۔ اس ضمن میں یورپ کی طرف سے تازہ ترین کوشش 2011ء میں کی گئی جب پانچ یورپی ممالک جرمنی، فرانس، اٹلی، سپین اور پولینڈ نے ایک خفیہ مراسلہ یورپی یونین کی وزیر خارجہ Lady Ashton کو ارسال کیا جس میں اُسے برطانیہ کو نظر انداز کرتے ہوئے آپریشنل ہیڈ کوارٹر بنانے کی ہدایت کی گئی اور یقین دلایا گیا کہ اُسے ان ممالک کی طرف سے ہر ممکن تعاون دستیاب ہو گا۔ لیکن یہ خفیہ مراسلہ منظر عام پر آ گیا اور برطانیہ نے اس پر شدید غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے یورپی پارلیمنٹ میں اسے ویٹو کرنے کی دھمکی دیدی۔ یاد رہے کہ اس معاملے میں برطانیہ کو امریکہ کی حمایت بھی حاصل ہے جو ہر صورت یورپی یونین کو کمزور دیکھنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ یورپ صرف نیٹو کی شکل میں ہی مشترکہ فوجی صلاحیت رکھے جس کا فائدہ صرف امریکہ ہی اٹھاتا رہے۔ دوسری طرف امریکہ نے یورپ کی کئی ریاستوں خاص طور پر مشرقی یورپ کی ریاستوں کے ساتھ سکیورٹی کے نام پر فوجی معاہدات کر رکھے ہیں۔ وہ ان معاہدات کے ذریعے اُن کی سکیورٹی کو یقینی بنانے کا دلاسہ بھی دیتا ہے جس کی وجہ سے مشرقی یورپ کی یہ ریاستیں جو خود بھی یورپی یونین کا حصہ ہیں یورپ کی علیحدہ فورس بنانے میں دلچسپی نہیں رکھتیں۔ یوں یورپ کے بٹے ہونے اور مضبوط سیاسی قیادت کی عدم موجودگی کی وجہ سے یونین اس معاملے میں بھی کوئی پیش رفت نہ کر سکی۔ اس بات پر جھنجھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے یورپی کمیشن کے سابق صدر Prodi نے کہا کہ "یورپ اس بات کا متحمل نہیں ہو سکتا کہ اپنے معاشی معاملات تو خود سنبھالے جبکہ سکیورٹی کی ذمہ داری امریکہ کے حوالے کر دی جائے"۔

یورپ کا توانائی کی ضروریات میں خود کفیل نہ ہونا بھی اسے بہت کمزور کرتا ہے، خاص کر گیس کے معاملے میں۔ یورپ اپنی گیس کی ضروریات کا صرف 35 سے 40 فیصد خود مہیا کرتا ہے جبکہ اپنی ضرورت کا ایک تہائی حصہ روس سے حاصل کرتا ہے جو یورپ کو خطرناک حد تک روس کا محتاج بنا دیتا ہے۔ اس محتاجی کے باعث یورپ روس کی 2008ء میں جارجیا اور 2014ء میں یوکرائن کے خلاف جارحیت کے خلاف چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کر پایا اور روس نے گیس کے کارڈ کو سیاسی طور پر استعمال کرتے ہوئے یورپ کو بے بس کر دیا۔

یونین کی ان تمام کمزوریوں اور موجودہ معاشی اور ریاستی قرضوں کے بحران کو حل نہ کرنے کی صلاحیت اور اس کے نتیجے میں بڑھتی بے روزگاری اور دوسرے مسائل یورپ کی عوام کی رائے یونین کے خلاف کر رہے ہیں۔ اس کا واضح ثبوت پچھلے ماہ برطانیہ اور فرانس میں ہونے والے یورپی پارلیمنٹ کے انتخابات

تھے جن میں لوگوں نے اُن جماعتوں کو ووٹ دیا جو یورپی یونین کو اپنے ممالک کی ترقی کے لیے رکاوٹ سمجھتے ہیں اور یونین کے زیادہ تر اختیارات ریاستی حکومتوں کو دلوانا چاہتے ہیں۔ ان جماعتوں کو ملنے والی سیٹیں اب تک ہونے والے تمام انتخابات کی تاریخ میں سب سے زیادہ ہیں گو کہ اسکے باوجود یورپی یونین کے ٹوٹنے کا فی الفور خطرہ نہیں لیکن انتخابات کے نتائج یونین کے خلاف بڑھتے ہوئے عوامی غصہ کی ترجمانی کرتے ہیں۔ یورپ کے دانشور اور مفکرین ان الیکشن کے نتائج کے یورپی اسٹیبلشمنٹ کے خلاف ووٹ قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذ یورپی یونین کی 2008ء تک کی معاشی کامیابیاں جس نے دنیا بھر کے پالیسی سازوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا کر دیا تھا کہ یورپی یونین آنے والے سالوں میں کیا کچھ بن سکتی ہے، اس کی حالیہ ناکامیوں نے اس سوال کو تبدیل کر کے ایک نیا سوال ان کے ذہنوں میں ڈال دیا ہے کہ ان بحرانوں اور کمزور عوامی حمایت کے ساتھ یہ یونین کب تک قائم رہ سکتی ہے۔

یہ تمام دلائل اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یورپی یونین محض مفادات کی بنیاد پر اکٹھے ہونے والے ممالک کا اتحاد ہے یہ ایک مضبوط سیاسی وحدت(political entity) نہیں بلکہ 28 ریاستوں کا ایک غیر فطری اتحاد ہے جو اپنے اندر کئی کمزوریاں رکھتا ہے جس میں سب سے اہم قومیت کی بنیاد پر تقسیم ہے اور یہی اس کا سب سے بڑا مسئلہ ہے جو اسے کبھی ایک مضبوط سیاسی قوت نہیں بننے دے گا۔

آیئے اب کچھ بات امریکہ کے حوالے سے ہو جائے۔ امریکہ کسی ایسے بلاک یا نظریاتی ریاست کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتا جو اس کے سپر پاور ہونے کی حیثیت کو چیلنج کرے۔ ہم آنے والی نظریاتی ریاستِ خلافت کے قیام کو روکنے کے لیے تو امریکی کوششوں سے اچھی طرح آگاہ ہیں، آیئے دیکھتے ہیں کہ خود اپنی بڑھتی ہوئی کمزوریوں کے باوجود یہ یورپ کو کس طرح کمزور کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کس طرح اسے دنیا میں ایک مضبوط بلاک کی شکل میں ابھرنے نہیں دیتا۔

معاشی طور پر امریکہ نے یورپ کے بحران سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ ایک طرف تو اسے یہ موقع ملا کہ وہ لوگوں کی توجہ اپنی مالی اور اقتصادی بدحالی سے ہٹائے اور ان کی نگاہ اس حقیقت سے پھیر دے کہ اس بحران کی اصل وجہ وہ خود ہے۔ دوسری طرف اس نے یورپ کے عوام کا یونین کے اتحاد اور یورو کرنسی پر کم ہوتے اعتماد کو مزید کم کرنے کے لیے یورپ کی معاشی مدد سے انکار کر دیا تاکہ امریکہ اور ڈالر کے مقابلے میں یورپ اور یورو کا اثر و رسوخ بڑھنے نہ پائے۔ امریکہ چاہتا ہے کہ یورپ اس کے زیرِ دست رہے اور اس کے پیچھے پیچھے چلے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اُس کی اُس قدر ہی مدد کرتا ہے کہ وہ اس کے ماتحت رہے۔ امریکہ نے دو سال پہلے یورپ کی درخواست کے باوجود ریاستی قرضوں کے بحران میں مدد کے لیے آئی ایم ایف میں اپنے فنڈز کو دوگنا کرنے سے انکار کر دیا تاکہ یورپ اس بحران سے نکل نہ سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ مشہور کریڈٹ رٹینگ کمپنیوں جیسے Standards and Poor's اور Moody's and Fitch وہ امریکی کمپنیاں ہیں جو یورپی ممالک کی معاشی حالت کو مزید ڈانوا ڈول کرنے میں کردار ادا کر رہی ہیں، چنانچہ ان کمپنیوں نے سپین، یونان، اٹلی، پرتگال کے ساتھ ساتھ 21 یورپی بینکوں کی درجہ بندی میں کمی کر دی۔ ان بینکوں میں یورپ کے کئی بڑے بینک بھی شامل ہیں جس نے یورپ کو مزید مالی مشکلات سے دوچار کر دیا۔ اس کے علاوہ امریکہ ریاستی اور فوجی اعتبار سے بھی یورپ کو کمزور اور تقسیم رکھنے کی کوشش مندرجہ ذیل ذرائع سے کرتا ہے:

1) نیٹو کو قائم رکھ کر جو کہ سوویت یونین کی expansion policy کو مدِ نظر رکھ کر یورپ کو تحفظ فراہم کرنے کے بہانے 1949ء میں بنائی گئی تھی۔ 1991ء میں سوویت یونین کے انہدام کے بعد اصولی طور پر اسے ختم ہو جانا چاہیے تھا مگر اس کو ختم نہ کرنا اور اس کو اپنی قیادت میں اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنا امریکہ کی پالیسی ہے۔ اسی نیٹو کو وہ ایک طرف اسلام کے خلاف استعمال کرتا ہے اور دوسری طرف اس کے بہانے یورپ کو اپنی علیحدہ فورس بنانے نہیں دیتا۔

2) برطانیہ، جو کہ مکمل طور پر یورپی یونین میں شامل نہیں ہونا چاہتا بلکہ اپنا آزاد اور بالادست وجود قائم رکھنا چاہتا ہے، اپنا مفاد یورپ سے بھی حاصل کرنا چاہتا ہے اور امریکہ کا ساتھ بھی نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اس وجہ سے وہ یونین کے اندر تقسیم اور اختلاف کا باعث بھی بنتا ہے اور یہ چیز امریکی مفادات کا تحفظ جو کمزور یورپی یونین سے جڑا ہوا ہے یقینی بناتی ہے۔

3) مشرقی یورپ کے کئی ممالک جو 2003ء میں یورپی یونین میں شامل ہوئے تھے جن میں پولینڈ، بلغاریہ، چیک ریپبلک، ہنگری، رومانیہ اور دوسرے شامل ہیں ان میں سے زیادہ تر ممالک کے ساتھ امریکہ کے فوجی و سکیورٹی معاہدات ہیں جو ایک طرف یونین پر امریکی اثر و رسوخ کو بڑھاتے ہیں تو دوسری طرف وہ ان ممالک کو یونین کی علیحدہ فورس بنانے کے خلاف بھی استعمال کرتا ہے۔

4) امریکہ دنیا میں زیادہ تیل پیدا کرنے والے ممالک پر گہرا اثر و رسوخ رکھتا ہے اور یہ چیز یورپ کو امریکہ پر انحصار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ دوسری طرف امریکہ کا تیسری دنیا کے ممالک کے حکمرانوں پر گہرا اثر و رسوخ بھی دنیا بھر کی تجارت

اور دوسرے معاہدات میں یورپ کے مقابلے میں امریکہ کے غلبے کو یقینی بناتا ہے۔

ان وجوہات کی بناہ پر امریکہ کا یورپ پر پلڑا بھاری دکھائی دیتا ہے گو کہ امریکہ خود بھی شدید اقتصادی بحران کا شکار ہے۔ امریکہ میں بھی بے روز گاری کی شرح بڑھ رہی ہے اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے تیس ریاستوں میں امریکہ سے علیحدگی کی آوازیں بھی سننے کو ملتی ہیں۔ ساڑھے چار کروڑ سے زائد افراد غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں مگر دو وجوہات کی بنیاد پر امریکہ کی ریاست کو یورپی یونین کے مقابلے میں ٹوٹنے کا خطرہ نہیں۔

1) امریکہ کی فیصلہ سازی یورپی یونین کی طرح 28 ممالک میں تقسیم نہیں بلکہ تمام فیصلے واشنگٹن ڈی سی میں ہی ہوتے ہیں۔ یہ امر اُس کی سیاسی طاقت کو تقسیم نہیں ہونے دیتا۔

2) امریکہ کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے اور اس کی حیثیت کو چیلنج کرنے والی کوئی نظریاتی ریاست فی الحال موجود نہیں۔

اس کے باوجود یورپ جب اور جہاں موقع پائے امریکی مفادات کو نقصان پہنچانے کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ امریکہ نے جب چاہا اقوام متحدہ کی سکیورٹی کونسل سے اپنے مفادات اور منصوبوں کے مطابق قرار داد کو پاس کروالیا چاہے وہ کسی ملک کے خلاف پابندیاں لگانے کا معاملہ ہو یا کسی ملک پر حملہ کرنے کا۔ مگر 2003ء میں فرانس اور جرمنی نے عراق کے خلاف سکیورٹی کونسل کو امریکہ کی حمایت کرنے اور دنیا کو عراق پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھا ہونے سے روک دیا۔ فرانس نے بالخصوص ایسی مہم چلائی کہ ایک طرف تو سکیورٹی کونسل نے امریکہ کو عراق پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ جب امریکہ نے اکیلے ہی عراق پر چڑھائی کی تو فرانس نے امریکہ کو ایک ایسی ریاست کے طور پر مشہور کیا جو بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں اڑاتی ہے اور اپنے غرور میں کسی اصول اور ضابطے کی پرواہ نہیں کرتی۔ اس طرح پوری دنیا میں امریکہ کا image متاثر ہوا۔

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ گو کہ امریکہ نیٹو کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتا ہے مگر بعض یورپی ممالک اہم مواقع پر اپنے فوجیوں کی تعداد کم کر کے، واپس بلوا کر یا فوجیوں کو نہ بھجوا کر اہم مہمات میں امریکی مفادات کو نقصان پہنچانے کے لیے نیٹو کے پلیٹ فارم کو استعمال کرتے ہیں۔ عراق کے خلاف جنگ میں برطانیہ کے علاوہ کوئی دوسرا یورپی ملک شامل نہ ہوا۔ جبکہ افغانستان کے خلاف جنگ میں گو کہ یورپی ممالک شروع میں نیٹو کے پلیٹ فارم سے امریکہ کے ساتھ شامل تھے لیکن پچھلے چار سے پانچ سالوں میں یورپی ممالک کی اس حمائت میں واضح کمی آئی ہے بلکہ کئی ممالک نے تو اپنی پارلیمنٹ سے منظوری نہ ملنے کے بہانے کو استعمال کرتے ہوئے سرے سے فوج بھیجنے سے ہی انکار کر دیا جبکہ برطانیہ سمیت چند ایسے ممالک بھی ہیں جو اپنے فوجیوں کی تعیناتی افغانستان کے اُن اضلاع میں کرواتے ہیں جہاں طالبان کا خطرہ کم سے کم ہے اور خطرناک علاقوں میں زیادہ تر امریکی افواج کو ہی شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے اس جنگ میں نیٹو افواج کی بجائے امریکی افواج کی اموات زیادہ ہیں۔

یورپ عام طور پر امریکی انتخابات والے سال بھی امریکہ کے لیے مسائل کھڑے کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ تمام امریکی حکومتیں انتخابات والے سال کسی نئے مسئلہ یا تنازع میں الجھنا نہیں چاہتیں تاکہ آنے والے انتخابات میں اُن کی ساکھ متاثر نہ ہو اور اس صورت حال کا فائدہ مضبوط یورپی ممالک اٹھاتے ہیں اور انتخابات والے سال مختلف انداز سے امریکی حکومت پر دباؤ ڈالتے نظر آتے ہیں۔

اس ساری گفتگو سے باطل نظریہ حیات (آئیڈیالوجی) کے تمام علمبرداروں کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ یہ تمام ممالک ایک ہی مذہب سے تعلق رکھنے کے باوجود جس نظریہ حیات (آئیڈیالوجی) پر یقین رکھتے ہیں وہ ان میں صرف مادیت اور منفعت کے حصول کی لالچ ہی پروان چڑھاتی ہے اور اسی وجہ سے یہ ایک دوسرے سے بھی صرف فائدے کی بنیاد پر ہی رشتہ استوار کرتے ہیں اور فائدے کے حصول کی خاطر یہ ایک دوسرے کی جڑیں کاٹنے سے بھی نہیں چوکتے اور ان کے دل آپس میں ٹکراتے ہیں۔ انہوں نے پوری دنیا کے لوگوں کو باطل نظریہ حیات (آئیڈیالوجی) سے پھوٹنے والے ظالمانہ اور استحصالی نظام کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ وہ نظام جو خود شدید مشکلات کا شکار ہے اور ان ممالک کی بنیادوں میں شدید کمزوریاں پیدا کر چکا ہے۔ آج اگر کمی ہے تو صرف ایک ایسی ریاست کی جو حق نظریہ حیات (آئیدیالوجی) کی بنیاد پر وجود میں آئے اور ان کی کمزوریوں کو سیاسی بصیرت کے ذریعے مکمل ناکامی میں بدل دے۔ آج پوری دنیا کو ریاست خلافت کی ضرورت ہے جو اسے کفر کے اندھیرے سے نکال کر حق کے نور کی طرف لے جائے۔ ان کے آپس کے اختلافات اور ان کے نظام کو بار بار بحران سے دوچار ہوتا دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ جیسے اللہ کے اِذن سے قائم ہونے والی خلافت کے لیے راہ ہموار ہو چکی ہے۔ خلافت کے قیام سے پہلے ہی الحمد اللہ ان ممالک کے عوام اور کئی دانشور اور مفکرین اپنے نظام کی خامیوں کے خلاف احتجاج کرتے اور تحریریں لکھتے نظر آتے ہیں لیکن بدقسمتی سے کسی دوسرے نظریہ حیات (آئیڈیالوجی) کے سامنے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ہی باطل نظام سے حل ڈھونڈھنے پر مجبور

ہیں۔ لیکن انشاء اللہ خلافت کے قیام کے ساتھ ہی خلافت کی قیادت اور ہزاروں سیاست دان جو کہ تیار بیٹھے ہیں اسلام کی دی ہوئی ہدایت اور سیاسی بصیرت کے ذریعے وہ اقدامات کریں گے جو انشاء اللہ کفار کے باطل نظریہ حیات (آئیڈیالوجی) کو مزید ناکامی سے دو چار کرنے اور اسلامی نظریہ حیات (آئیڈیالوجی) کو اس پر غالب کرنے میں زبردست کامیابیاں سمیٹ سکیں۔

خلافت اپنے قیام کے ساتھ ہی مضبوط میڈیا اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے شباب چاہے وہ یورپ میں ہوں امریکہ، مشرق وسطیٰ یا کہیں بھی، کے ذریعے سرمایہ دارانہ نظام کی غلاظت اور باطل فکر کو دنیا کو لوگوں پر بے نقاب کرے گی اور اسلامی ریاست کے اندر اسلام کے قوانین اور نظاموں سے پیدا ہونے والے ثمرات اور خوشحالی کی تصویر انہیں دکھائے گی جو یقیناً ان لوگوں میں آگاہی کے ساتھ ساتھ اپنے نظام کے خلاف نفرت بھی پیدا کرے گی اور یاد رہے کہ اس سے پہلے سوویت یونین بھی ایک نظریاتی ریاست کے طور پر ایسا کر چکا ہے سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف سوویت یونین کے پروپیگنڈا نے ہی ان ریاستوں کو مجبور کر دیا تھا کہ اپنی آئیڈیالوجی میں فلاحی ریاست (welfare state) کے تصور کا پیوند (patchwork) کریں تا کہ پروپیگنڈا سے متاثر ہوتی عوام کو مطمئن کر سکیں۔

ریاستِ خلافت اپنی خارجہ پالیسی اور اسلام کے حکم کے مطابق دوسرے مسلم علاقوں کو اپنے اند ضم کرنے کا عمل تیز کرے گی اس عمل میں وسطی ایشیاء اور مشرق وسطیٰ میں اسلام کے حق میں موجود عوامی رائے عامہ، شباب اور اہل قوت میں ہونے والا کام انتہائی مددگار ثابت ہوں گے۔ وسطی ایشیائی ریاستوں اور مشرق وسطیٰ میں شامل ممالک تیل اور گیس کی دولت سے مالا مال ہیں۔ ان علاقوں کو اسلامی ریاست اپنے اندر ضم کرنے کے بعد یہاں کے تیل اور گیس کے ذخائر کی براہ راست مالک ہو گی اور یہ چیز اسلامی ریاست کو دنیا کے باقی ممالک پر زبردست برتری دلائے گی۔ اسلامی ریاست یورپ سمیت باقی دنیا کے وہ ممالک جو مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں نہ ہونے کی وجہ سے غیر حربی ہیں تیل اور گیس فراہم کرنے کی پالیسی کے تحت امریکہ اور گنتی کے چند یورپی ممالک کے تسلط سے نجات دلائے گی اور ان کے کیمپ سے نکالے گی۔ اس کے لیے وہ ان ممالک سے مختصر مدتی معاہدات بھی کر سکتی ہے۔

یاد رہے کہ یورپ آج کے روس جو اب نظریاتی ریاست نہیں رہا، کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکا جب روس نے جارجیا اور یوکرائن کے خلاف جارحیت کی کیونکہ یورپ روس کی گیس کا محتاج ہے تو کل آنے والی نظریاتی ریاست خلافت کی پھیلنے کی پالیسی (expansion policy) کے خلاف یورپ یا امریکہ کا براہ راست سامنے کھڑا ہونا اتنا آسان دکھائی نہیں دیتا اور اگر ایسا خطرہ ہوا بھی تو خلافت بھاری صنعت اور فوجی میدان میں تیز تر ترقی اور پہلے سے موجود زبردست افواج اور ان میں موجود جذبہ جہاد کے ذریعے اس سے نپٹنے کے لیے تیار ہو گی۔

یہ اسلامی ریاست ہی ہو گی جو اِس وقت دنیا پر نافذ ڈالر کی حکمرانی کا خاتمہ کر دے گی کیونکہ اسلامی ریاست ہی سونے اور چاندی کی کرنسی کا اجراء کرے گی۔ صرف یہی کرنسی آج ڈالر کی طلب کو کم کر سکتی ہے کیونکہ دنیا خود بھی جانتی ہے کہ اصل دولت کاغذی کرنسی نہیں بلکہ سونا اور چاندی ہے۔ اسلامی ریاست اور خاص کر وسیع ہوتی اسلامی ریاست میں اس کرنسی کا نفاذ دنیا میں امریکہ اور ڈالر کی سیاسی اور معاشی ساکھ کو شدید دھچکا پہنچائے گا اور اس سے دنیا میں امریکی اثر و رسوخ کم کرنے میں زبردست مدد ملے گی۔ اس کے علاوہ کئی دوسرے اقدامات کے ذریعے امریکی کمزوریوں کا فائدہ اٹھا کر اس کی 30 ریاستوں کے اندر وفاق سے علیحدہ ہونے کی خواہش کے عمل کو بھی ہوا دی جا سکتی ہے۔ اگر یہ عمل بہت تیز نہ بھی ہو تو بھی امریکہ کی توجہ بیرونی محاذوں سے ہٹا کر اندرونی مسائل کی طرف موڑنے میں مددگار ثابت ہو گی۔ دوسری طرف کئی مسلم علاقے جن میں آج امریکی اڈے موجود ہیں اور دنیا میں امریکی بالادستی کا ذریعہ ہیں، اسلامی ریاست میں ضم ہو کر امریکی ٹھکانے نہیں رہیں گے۔ امریکہ سے اس کے اڈوں کا اس طرح چھن جانا دنیا پر اس کی بالادستی کو انشاء اللہ واپسی کے سفر پر گامزن کر دے گا۔

دوسری طرف وہ غریب ممالک جو مسلم علاقے نہیں ہیں، اسلامی ریاست اپنی expansion پالیسی کو جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ ان ممالک کو انتہائی آسان شرائط پر قرضے اور بعض اوقات محض امداد دے کر عالمی بینک، آئی۔ ایم۔ ایف اور امریکی تسلط سے نجات دلائے گی اور ان میں اسلامی ریاست سے ہمدردی اور دوستی کے جذبات پیدا کرے گی۔ اس طرح پوری دنیا کو باطل آئیڈیالوجی کے علمبرداروں سے آہستہ آہستہ کاٹنے کے عمل میں مدد ملے گی۔

یہ سارے اقدامات گو کہ زبردست سیاسی بصیرت کے متقاضی ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ آنے والی خلافت کی قیادت اسلام کی بنیاد پر حاصل ہونے والی اس سیاسی بصیرت کی حامل ہے اور اس قیادت کی نگرانی میں تیار ہونے والے ہزاروں لاکھوں فرزندانِ اسلام پوری دنیا کو اسلام کے نور سے منور کرنے اور انسانیت کو ہدایت اور فلاح کے راستے پر گامزن کرنے کے لیے بے چین بیٹھے ہیں۔

اللہ ربّ العزت اس قیادت اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

سرمایہ دارانہ نظام میں معاشی پھیلاؤ اور سکڑاؤ کے دور (Boom & Bust Cycle) ناگزیر ہیں

تحریر: منیب الرحمٰن

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور درود و سلام ہو اللہ کے نبی ﷺ، ان کی آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اور ان پر جنہوں نے ان کی پیروی کی۔

آج کے موضوع کی تفصیلات میں جانے سے پہلے ہمیں اس چیز کا ادراک کرنا چاہئے کہ کس طرح ہمیں معیشت سے متعلق موضوع کو دیکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ کچھ لوگ معاشی معاملات کو صرف اسی لئے بحث کا موضوع بناتے ہیں کیونکہ ان کو اس میں دلچسپی ہوتی ہے جبکہ بعض لوگ تدریسی پہلو سے معاشی معاملات کو دیکھ رہے ہوتے ہیں جبکہ کچھ لوگ معاشی معاملات سے بالکل لاتعلق اور بے پرواہ ہو کر کہتے ہیں کہ اس پر بحث کرنے سے کیا ملے گا یا یہ کہ تم لوگوں نے اسلام کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ بحیثیت مسلمان اور اسلام کے داعی کے، ہم معاشی معاملات کو اسلام کے نقطہ نظر اور اسلامی عقیدہ کے پہلو سے دیکھتے ہیں اور ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ بعثت نبوی ﷺ کے وقت مکہ کے اشراف بہت دولت مند تھے اور تجارت وغیرہ پر ان کی اجارہ داری قائم تھی۔ انہوں نے کاروانوں کے ذریعے درآمدی تجارت کا ایک نظام تشکیل دے رکھا تھا۔ ان کی تجارت کا زیادہ تر حصہ دھوکے بازی کے ذریعے زائرین کو ٹھگنے پر مشتمل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دھوکے بازی کے اس عمل اور دھوکہ دینے والوں کے بارے میں انتہائی موزوں آیات نازل فرمائیں: وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ - الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ - وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ "تباہی مارنے والوں کے لئے، جن کا یہ حال ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں لیکن جب انہیں دیتے ہیں یا دینے کیلئے تولتے ہیں تو انہیں نقصان پہنچاتے ہیں" (سورۃ المطففین: 1-3)۔

ٹھیک اسی طرح آج ہمیں بھی مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی معاشی بنیادوں کو سمجھنے اور یہ کہ وہ کیوں انسانوں کے اقتصادی مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہے، کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ہی اسلام کا متبادل معاشی نظام پیش کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں اٹھنے والے معاشی بحرانوں کی وجوہات اور اثرات کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس کی حقیقت اور اس کو دیگر معاشی بحرانوں کے ساتھ منسلک کر کے دیکھنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم سمجھ سکیں کہ کس طرح یہ معاشی بحران جنم لیتے ہیں اور تیزی سے پھیلتے ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام میں معاشی بحرانوں کا وقوع پزیر ہونا ایک معمول کا حصہ ہے جسے وہ Boom & Bust Cycle کہتے ہیں۔ آئی ایم ایف کے مطابق پچھلے تیس سالوں میں 100 سے زائد معاشی بحران پوری دنیا میں واقع ہو چکے ہیں لیکن بعض معاشی بحران اتنے شدید اور انکے اثرات اتنے بھیانک ہوتے ہیں کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں جن میں سے ماضی قریب میں وقوع پزیر ہونے والا امریکی معاشی بحران ہے جس کے اثرات آج بھی دنیا پر موجود ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کی شروعات سے بڑے بڑے معاشی بحران وقتاً فوقتاً جنم لیتے رہے ہیں اور ان کو قریب سے دیکھنے سے ان میں تین مشترک خصوصیات نظر آتی ہیں۔

1. تمام معاشی بحران سٹاک مارکیٹوں، بینک اور مالیاتی اداروں سے جنم لیتے ہیں اور پھر ان کا پھیلاؤ تمام معاشی سرگرمیوں پر پڑتا ہے چاہے وہ مالیاتی ہوں یا ان کا تعلق پیداوار سے ہو۔
2. تمام بڑے معاشی بحرانوں کے اثرات عالمی ہوتے ہیں۔ گلوبلائزیشن کی مہربانی سے معاشی بحرانوں کو پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لینے میں دیر نہیں لگتی۔
3. تمام معاشی بحرانوں کی تیسری خصوصیت ان کا اچانک وقوع پزیر ہونا ہے۔ بحرانوں کے جنم لینے سے پہلے کوئی اس کے متعلق بات نہیں کر رہا ہوتا لیکن جب یہ وقوع پزیر ہو جاتے ہیں تو سب اس کی وسعت، اس کے دوررس اثرات اور دیگر امور پر بات کرنا شروع ہو جاتے ہیں۔

ان معاشی بحرانوں کی خصوصیات پر بات کرنے کے بعد اب ہم آتے ہیں کہ وہ کیا وجہ ہے جس کے باعث Boom & Bust Cycle کا شیطانی گرداب وقوع پزیر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سرمایہ دارانہ نظام کا شیطانی عقیدہ یعنی دین اور دنیا پر مبنی جدائی کا عقیدہ ہے کیونکہ جب اس پر مبنی بیج وہ بوتے ہیں تو اس میں وہ ناپاک اجزاء ہیں کہ جب وہ درخت کی صورت میں زمین سے نکلتا ہے تو اس میں خوشبودار اور رس بھرے پھل نکلنے کے بجائے زہریلے کانٹے ہی نکلتے ہیں جو کبھی انسانیت کو فلاح نہیں پہنچا سکتے۔

سرمایہ دارانہ نظام انسانوں کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت اور بندگی سے نکال کر انسانوں کی غلامی میں پھینک دیتا ہے جس میں انسان کی زندگی کا مقصد اپنی جسمانی خواہشات کی تسکین اور اعمال کو اختیار کرنے کا پیمانہ منفعت ہوتا ہے یعنی جس عمل میں فائدہ ہو وہ اختیار کیا جائے چاہے اس کے نتیجے میں کسی کو کتنا ہی نقصان پہنچ جائے۔ سرمایہ داروں کے نزدیک اصل اقتصادی مسئلہ اشیاء اور خدمات کی قلت اور ضروریات کا بے تحاشہ ہونا ہے جس کی وجہ سے ان کی ساری کوشش پیداوار میں اضافے پر مرکوز رہتی ہے جبکہ دولت کی تقسیم کو وہ قیمت کے نظام پر چھوڑ دیتے ہیں کہ جس کے پاس رقم ہو وہ روٹی خرید کر کھالے اور جس کے پاس رقم نہ ہو وہ بھوکا مر جائے۔

سرمایہ داروں کے نزدیک افراد کی آزادی سب سے زیادہ مقدم ہے یعنی ایک شخص چاہے تو کچھ بھی خرید سکتا ہے اور ریاست اس معاملے میں مداخلت نہیں کرے گی۔ آزادی ملکیت کے تصور سے ہی بینکاری نظام، سود پر مبنی کاروبار، Financial Market، انشورنس اور کوئی بھی نیا ادارہ جنم لے سکتا ہے جس کے نتیجے میں کساد بازادی، افواہ سازی اور ناجائز طریقے سے دولت کے حصوں کی دوڑ لگتی ہے جس میں یقیناً وہ شخص فاتح ہوتا ہے جو زیادہ بڑا جواری ہوتا ہے۔ اپنی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے اگر ہم Boom & Bust Cycle کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام کے ساتھ مخصوص ہے اور اسی طرز زندگی کے ساتھ جنم لیتا ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ سرمایہ دارانہ نظام اشیاء کی پیداوار اور اس کی کھپت پر زور دیتا ہے اس لئے وہ یہ ممکن بناتا ہے کہ جو چیز پیدا کی جارہی ہے وہ خریدی بھی جائے یعنی کہ جو وہ بنا رہے ہیں اس کی طلب پیدا کی جائے تاکہ وہ خریدی جائے اور یہ منافع کما سکیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے ہم 1929 کے عظیم معاشی کساد بازاری (The great depression) کے پس منظر کا جائزہ لیتے جو کہ ایک بہت بڑا معاشی سکڑاؤ (Bust) تھا۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد جب امریکہ نے تنہائی پسند کی پالیسی کو اپناتے ہوئے اپنے آپ کو پوری دنیا سے کاٹ دیا اور اپنی ساری توجہ اس امریکی خواب کی تکمیل میں لگا دی جس کے تحت ہر امریکی کے پاس دنیا جہاں کی

> آزادی ملکیت کے تصور سے ہی بینکاری
> Financial نظام، سود پر مبنی کاروبار،
> انشورنس اور کوئی بھی نیا Market
> ادارہ جنم لے سکتا ہے

آسائشیں ہوں اور وہ خوش و خرم زندگی بس کرے۔

اس وقت کے امریکی صدر Herbert Hoover نے اس کو حاصل کرنے کیلئے بڑی تعداد میں فیکٹریاں، کارخانے اور ترقیاتی کام شروع کیے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ جب تک لوگ ان اشیاء اور چیزوں کو خریدیں گے نہیں تو کارخانے اور فیکٹریاں کس طرح منافع کمائیں گی؟ وہ مزید پیداوار کریں گی جس کے نتیجے میں وہ مزید منافع کمائیں گی لیکن اگر لوگ انہیں خریدیں گے نہیں تو تمام سرمایہ کاری ضائع ہو جائے گی۔ اس چیز کو ممکن بنانے کیلئے کہ لوگ خریداری کریں سرمایہ داروں نے ان تمام اشیاء کی طلب پیدا کرنے کے لئے نت نئی مارکیٹنگ کے طریقے اپنائے اور یہیں سے اس امریکی طرز زندگی کی شروعات ہوتی ہے جس کے تحت ہر انسان اُن پر آسائش چیزوں کو خریدنے کی کوشش کرتا ہے جس کے لئے اس کے پاس رقم ہو یا نہ ہو کیونکہ اگر اس کے پاس رقم نہیں ہے تو وہ بینک سے سود کے پر قرض لیتا ہے تاکہ وہ اپنی پُر آسائش ضروریات کو پورا کر سکے جن کے بغیر وہ اپنے آپ کو ادھورا یا معاشرے میں پیچھے رہ جانے والا سمجھتا ہے اور احساس محرومی کا شکار ہوتا ہے۔

اسی دوران سٹاک مارکیٹوں کے کاروبار نے بھی زور پکڑنا شروع کیا اور لوگوں کو یہ نظر آیا کہ دولت کمانے کا آسان اور جلدی طریقہ سٹاک مارکیٹوں کا کاروبار ہو سکتا ہے۔ اب وہ ایسی شاہانہ طرز زندگی کے عادی ہو چکے تھے جہاں ان کے اندر دولت کی حوس اور لالچ پیوست ہو چکی تھی اور ان کی پر آسائش ضروریات ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں اور دوسری طرف بینک سے سود کے اوپر قرض لینا بھی ایک معمول کی بات بن چکی تھی اس لئے لوگوں نے بڑی تعداد میں بینکوں سے سود پر قرضے لے کر سٹاک مارکیٹوں میں لگانا شروع کر دیا تاکہ وہ بھی جلدی اور آسان طریقے سے دولت کما سکیں۔ یہ صورتحال اب ایک ایسے بم کی صورت اختیار کر گیا تھا جو بس اپنے پھٹنے کے دن کا انتظار کر رہا تھا اور بالآخر وہ دن آگیا جب 27 اکتوبر 1929 کو سٹاک مارکیٹیں کریش کر گئیں اور صرف ایک دن میں 87 فیصد نیچے گر گئیں۔

لہٰذا 1923 کا عالمی معاشی کساد بازاری پھیلاؤ اور سکڑاؤ کا ہی نتیجہ تھا۔ 1920 کی دہائی کی شروعات میں سب کچھ اچھا تھا کیونکہ پیداوار میں اضافہ ہو رہا تھا، ترقیاتی کام ہو رہے تھے، سٹاک مارکیٹیں تیزی سے اوپر جارہی تھیں اور ایک عام امریکی کے طرز زندگی کے پیمانے (Standards of living) میں تیزی سے اضافہ ہوا یعنی یہ سب کچھ وہ پھیلاؤ (Boom) تھا جو سود پر مبنی قرضوں کی بنیاد پر تھا اور جب 1929 کو سٹاک مارکیٹیں کریش کر گئیں تو یہ وہ سکڑاؤ (Bust) تھا جس

کے بعد یہی عام امریکی دو وقت کی روٹی حاصل کرنے کیلئے کئی کئی گھنٹوں تک قطاروں میں لگے رہتے تھے اور جن کی حالت بھکاریوں سے کم نہ تھی۔ اس کے بعد اگلی پوری دہائی امریکہ اس عظیم کساد بازاری (Great depression) کی ہولناکی سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا رہا لیکن اس کو کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ جب 1941 میں جاپان نے پرل ہاربر پر حملہ کیا تو یہ امریکہ کیلئے نیک شگون ثابت ہوا کیونکہ اس کے بعد امریکہ دوسری جنگ عظیم میں شامل ہوا اور ایک بڑی اسلحے کی صنعت کھڑی کی جس کے باعث ایک تہائی امریکی جو بیروزگار تھے ان کو کام ملا اور اس طرح معاشی عمل (Economic activity) شروع ہوئی اور بڑی تعداد میں جنگی بانڈز خریدنے اور بیچنے سے مارکیٹ میں سرمایہ آگیا یعنی دولت کی گردش شروع ہوئی۔

دوسری جنگ عظیم کے اختتام کے وقت امریکی معیشت کی بنیاد مضبوط صنعتی بنیادوں پر تھی لیکن پھر امریکہ نے اپنی تمام فیکٹریاں اور کارخانے ملک سے باہر لگانے شروع کر دیے یعنی وہ ممالک جہاں ان کے سستے مزدور میسر تھے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ امریکہ کی 80 فیصد فیکٹریاں اور کارخانے چین، جاپان، کوریا، میکسیکو اور دیگر تیسری دنیا کے ممالک میں جا چکی ہیں جہاں امریکہ خود مال بنواتا ہے اور پھر اس کو خرید لیتا ہے جس کے نتیجے میں اس کا تجارتی خسارہ تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ ان فیکٹریوں اور کارخانوں کے متبادل کیلئے امریکہ نے اپنی توجہ اعلیٰ ٹیکنالوجی (Hi-tech) انڈسٹریز کی طرف موڑ دی جس میں وہ ہوائی جہاز سازی، ٹیلی مواصلات، کمپیوٹر اور ان جیسی اشیاء بناتا ہے اور ان کی ٹیکنالوجی وہ عام طور پر کسی کو دیتا نہیں یا شرائط کے بعد ہی منتقل کرتا ہے لیکن بہرحال ان Hi-tech انڈسٹریز کا حجم اتنا زیادہ نہیں کہ وہ تمام لوگوں کو روزگار مہیا کر سکیں اس لئے اب امریکہ کا زیادہ دارومدار Service Industries پر ہے جو کہ امریکی معیشت کا 65 فیصد ہے جبکہ مزید 15 فیصد امریکی معیشت کا دارومدار انشورنس، سٹاک مارکیٹ، بینک اور مالیاتی اداروں پر ہے۔ لیکن ان مالیاتی اداروں کا انحصار Mortgage Loans یعنی گھر حاصل کرنے کیلئے قرض پر مبنی ہے جس سے باقی پوری Service Industries بھی منسلک ہے کیونکہ لوگ گھر حاصل کرنے کیلئے بینکوں سے قرض لیتے ہیں اور اپنے گھروں کی انشورنس کرواتے ہیں اور پھر اپنے امریکی طرز زندگی پر پورا اترنے کیلئے گھر کی باقی ضروری اشیاء جیسے فرنیچر، بجلی کے آلات اور دیگر چیزیں خریدتے ہیں جن کی فیکٹریاں Out Source ہو چکی ہیں لیکن ان کے Retail stores امریکہ میں موجود ہیں۔

1940 میں 44 فیصد امریکیوں کے پاس گھر تھے، 1960 میں یہ تعداد 62 فیصد تک جا پہنچی جبکہ اس وقت 70 فیصد امریکیوں کے پاس گھر ہیں۔ لیکن یہ "سب پرائم مارگیج مارکیٹ" تھی جو موجودہ عالمی معاشی بحران کی بنیاد بنی۔ یہ مارکیٹ ان لوگوں کے لئے بنائی گئی تھی جو غریب تھے اور درحقیقت گھروں کی خریداری کے لئے لیا گیا قرضہ اتارنے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن مالیاتی ادارے یہ سمجھتے تھے کہ مارکیٹ میں گھروں کی قیمت اس قدر زیادہ ہے کہ اگر یہ لوگ گھروں کا قرضہ نہ بھی اتار سکے تو ہم انہیں ان سے چھین کر مارکیٹ میں اچھی قیمت میں بیچ دیں گے۔ لیکن جب ایک ساتھ بہت زیادہ لوگ قرضے نہ اتار سکے اور بہت زیادہ گھر بکنے کے لئے مارکیٹ میں آگئے تو مارکیٹ میں گھروں کی قیمت اچانک بہت زیادہ گر گئی جس سے مالیاتی اداروں کا دیوالیہ نکل گیا جنھوں نے خود دوسرے مالیاتی اداروں سے قرضے لے کر زیادہ شرح سود پر گھر خریدنے کی خواہش رکھنے والوں کو بیچ دیا تھا اور اس طرح مالیاتی نظام کمزور ہو گیا اور پھر ایک زبردست دھماکے سے یہ زمین بوس ہونے لگا۔ یہ بات حیران کن نہیں کہ امریکی معیشت گھروں کی فروخت پر بہت زیادہ انحصار کرتی ہے اور یہ گھر بینکوں سے سود پر مبنی قرضے لے کر خریدے جاتے ہیں جو ان قرضوں کے عوض ان گھروں اور ان میں موجود اشیاء کو رہن رکھ لیتی ہیں۔

کیوں امریکہ قرضوں پر چلنے والی معیشت کو چلانے پر اصرار کرتا ہے؟ سود پر مبنی قرضوں نے پھیلاؤ (Boom) بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں پیدا کیا لیکن پھر معیشت 1929 میں سکڑ (Bust) گئی جو پھر چوتھی دہائی کے اختتام تک جاری رہی۔ پھر آج یہی امریکی اپنی تاریخ سے سبق کیوں نہیں سیکھتے اور پھر اپنی وہی غلطی دوبارہ کیوں دوہرا رہے ہیں؟ اس کا ایک جواب تو اسی سرمایہ دارانہ نظام کے باطل عقیدہ میں چھپا ہوا ہے جو انسان کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی غلامی سے نکال کر اپنے نفس اور خواہشات کا غلام بنا دیتی ہے اور جس میں انسان کی زندگی کا مقصد صرف اپنی جسمانی لذتوں کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ یہ تصور انسان کو لالچی اور دولت کا پجاری بنا دیتا ہے کیونکہ یہ ہی وہ لالچ تھا جس نے مغربی دنیا کو مجبور کیا کہ وہ افریقہ اور ایشیا کو اپنی Colonies بنائیں اور وہاں کی دولت اور وسائل کو نچوڑ کر وہاں کے لوگوں کو اپنا غلام بنا کر ان کا استحصال کر سکیں۔ یہ وہ لالچ ہی ہے جو بڑی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ تیسری دنیا کے ممالک میں موجود بیماریوں کو نظر انداز کر دیں، اس لئے نہیں کہ ان کا علاج ممکن نہیں بلکہ اس لئے کیونکہ وہاں کی مارکیٹ ان کی پیداوار کیلئے منافع بخش نہیں۔ جبکہ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ 1950 کے بعد مغربی سرمایہ داروں کے شیطانی دماغ نے لوگوں کو قرض حاصل کرنے پر

آمادہ کرنے کیلئے دوسرا طریقہ ایجاد کیا اور وہ تھا 'کریڈٹ کارڈ'، جس کے تحت لوگوں کو یہ باور کرایا گیا کہ وہ جو چاہیں خرید سکتے ہیں اور پھر اس کو قسطوں میں ادا کر سکتے ہیں۔ شروع میں لوگ اس کو استعمال کرنے میں تامل کا شکار رہے اس لئے لوگوں کو قائل کرنے کیلئے کریڈٹ کارڈ کو شاپنگ کارڈ کے طور پر متعارف کرایا اور اس کا ہدف خواتین تھیں کیونکہ خواتین کو شاپنگ کرنے کا زیادہ شوق ہوتا ہے ۔ خواتین کو اپنی من پسند چیز خریدنے کیلئے اپنے مردوں پر انحصار کرنا پڑتا تھا لیکن شاپنگ کارڈ یعنی کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ان کو شاپنگ کرنے کی وہ آزادی ملی جس کا وہ خواب دیکھتی تھیں اور مردوں پر ان کی انحصاری بھی ختم ہو گئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کریڈٹ کارڈ کی مقبولیت میں تیزی سے اضافہ ہوتا گیا اور آج یہ مغربی دنیا کی زندگی کا لازمی جزو بن گیا ہے۔

آج صورتحال یہ ہے کہ 20فیصد امریکیوں کے قرضے ان کے کل اثاثوں سے بھی زائد ہیں جبکہ پوری امریکی معیشت میں جو قرضے گردش کر رہے ہیں وہ کل امریکی دولت سے سات گنا زائد ہیں۔

اب آتے ہیں ان مالیاتی اداروں کی طرف جو قرض دے رہے ہیں اور دیتے چلے جا رہے ہیں۔ کیا ان کو یہ صورتحال نظر نہیں آرہی؟ تو اس کا جواب ہے نہیں۔ ان کو واقعی یہ صورتحال نظر نہیں آرہی کیونکہ دولت اور شرح سود نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے اور اس کی چمک دمک سے ان کی آنکھیں چندھیا گئی ہیں اور یہ اندھے ہو گئے ہیں۔ ان کا اپنے معاشی نظام پر اس قدر اندھا اعتماد ہے کہ وہ یہ سوچتے ہی نہیں کہ وہ قرضے جو انہیں دیئے گئے ہیں اس کے مساوی دولت تو مارکیٹ میں ہے ہی نہیں۔ لیکن وہ گمان کرتے ہیں کہ جب لوگ ان قرضوں کو لوٹائینگے تو دولت خود بخود پیدا ہو جائیگی جس کی وجہ کاغذی کرنسی کا وہ نظام ہے جس میں جب جتنے ڈالرز کی ضرورت ہوتی ہے چھاپ لیے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان تمام مالیاتی اداروں کا اس غیبی امداد پر یقین پختا ہے جس کی انہیں امریکی حکومت سے امید رہتی ہے اور وہ اس بات سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں کہ وہ دیوالیہ ہو جائینگے کیونکہ امریکی حکومت ہے نا ان کو بچانے کیلئے جیسا کہ اس نے 2008 میں 1700 ارب ڈالر دے کر ان تمام مالیاتی اداروں کو دیوالیہ ہونے سے بچایا تھا جس سے ان کے اندر مزید خود اعتمادی پیدا ہوئی اور وہ اور زیادہ بھیڑیوں کی طرح اپنے اس وحشی

> مغربی سرمایہ داروں کے شیطانی دماغ نے لوگوں کو قرض حاصل کرنے پر آمادہ کرنے کیلئے دوسرا طریقہ ایجاد کیا اور وہ تھا 'کریڈٹ کارڈ'، جس کے تحت لوگوں کو یہ باور کرایا گیا کہ وہ جو چاہیں خرید سکتے ہیں اور پھر اس کو قسطوں میں ادا کر سکتے ہیں

کاروبار کو چلا رہے ہیں۔

ان مالیاتی اداروں کے کام کو مزید غور سے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ عام طور پر دو طرح کے مالیاتی ادارے ہوتے ہیں۔ ایک وہ بینک جو کم شرح سود پر قرض دیتے ہیں لیکن قرض کی واپسی کو یقینی بنانے کے لئے بڑی مقدار میں اثاثے گروی رکھ لیتے ہیں۔ یقیناً ایک عام متوسط طبقے کا آدمی بینکوں سے قرض لینے سے گھبراتا ہے یا ہچکچاتا ہے جس کے باعث معاشرے کا ایک بڑا طبقہ قرض لینے سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ ان لوگوں کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے دوسرے مالیاتی ادارے وجود میں آئے جن کو سب پرائم مارکیٹ (-Sub Prime Markets) کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ادارے کم شرح سود پر بینکوں سے قرض لیتے ہیں اور اپنے اثاثے گروی رکھواتے ہیں لیکن پھر ان قرضوں کو آگے بھاری شرح سود پر بیچ دیتے ہیں یعنی یہ قرضوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے ہیں جبکہ ایک عام آدمی بھاری شرح سود پر قرض لینے کیلئے اس لئے آمادہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں اسے اپنے اثاثے گروی نہیں رکھوانے پڑتے۔ ان قرضوں کی خرید و فروخت کے کاروبار کو Securitization کہا جاتا ہے۔

یقیناً یہ صورتحال بھی اسی بم کی طرح ہے جیسا کہ 1929 سے پہلے صورتحال تھی اور یہ بم 2007-2008 میں پھٹ بھی چکا ہے جب بڑی تعداد میں بینک اور سب پرائم مارکیٹ دیوالیہ ہو گئے تھے ۔ لیکن جیسا کہ بیان کیا گیا کہ امریکی حکومت نے مداخلت کر کے ان کو ڈوبنے سے بچا لیا اور اب یہ گورکھ دھندا پھر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جاری وساری ہے۔

انسان کی زندگی میں معاشی معاملات کی اہمیت آج کی دنیا میں اور زیادہ بڑھ گئی ہے کیونکہ آج اکثر اقوام کی عالمی قوت کا اندازہ ان کی معاشی قوت سے لگایا جاتا ہے۔ سوویت یونین جیسی بڑی سپر پاور کے انہدام کے پیچھے بھی ایک بڑی وجہ اس کی معاشی کمزوری تھی۔ امریکہ کے عالمی غلبے کے پیچھے بھی ایک بڑی وجہ اس کی دنیا کے معاملات پر معاشی گرفت ہے جس کے تحت وہ پوری دنیا کی معیشت کو اپنی معاشی پالیسی کے مطابق موڑ دیتا ہے یا اثر انداز ہوتا ہے۔

اپنی تمام تر تباہی و بربادی کے باوجود مغرب اور کسی حد تک باقی دنیا اس بات پر قائل ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کا کوئی متبادل نہیں اس لئے ان کی مثال اس کنویں کے مینڈک کی طرح ہے جو صرف اسی گندے اور بدبودار کنوے میں رہنا چاہتا ہے اور کبھی اس کنویں سے باہر

نکل کر نہیں سوچتا۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لَهُمْ قُلُوبٌ لاَ يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لاَ يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لاَ يَسْمَعُونَ بِهَا "ان کے دل ہیں لیکن سمجھتے نہیں، آنکھیں ہیں لیکن دیکھتے نہیں اور کان ہیں لیکن سنتے نہیں"(سورۃ الاعراف:179)۔

مغربی سرمایہ داروں کا مسئلہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے اس بیمار اور اپاہج نظام کا اس نظام سے موازنہ کرتے ہیں جو ماضی قریب میں موت کا شکار ہو گیا یعنی کمیونزم۔ اس لئے بھی وہ اس بات پر قائل ہیں کہ ان کا نظام موذی امراض کا شکار ہی سہی لیکن زندہ تو ہے لیکن اگر وہ اپنی عقل استعمال کریں تو وہ اس خالق کائنات کے نظام کی طرف آسکتے ہیں جو نہ صرف 1300 سال تک نافذ رہا اور جس نے معاشی بحرانوں سے پاک انسانیت کو معاشی استحکام دیا بلکہ جو آج بھی انسان کو اس جنگل کے نظام سے نکال کر فلاح و بہبود اور معاشی استحکام کی طرف لے جاسکتا ہے۔ اسلام کے معاشی نظام اور اس کی تفصیلات کے حوالے سے ہماری ضخیم کتابیں موجود ہیں، یہاں پر ان کا صرف مختصراً تذکرہ پیش کیا جارہا ہے۔

1. اسلام کی اقتصادی پالیسی: اسلام میں اقتصادی پالیسی کی محور ریاست پر لازم ہے کہ افراد کی بنیادی ضروریات جیسے روٹی، کپڑا اور مکان ہر صورت پوری ہوں اور ان کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرنا کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق زندگی کی آسائشوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔

2. دولت کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر: دولت کے عمومی طور پر تین مقاصد ہوتے ہیں، اس کی کفایت یعنی بچانا، اس کا خرچ یا سرمایہ کاری اور اس کا تبادلہ۔ پھر شرع نے تفصیلی احکامات کے ذریعے ان تینوں مقاصد کو اس طرح منظم کر دیا ہے جس سے نہ صرف وہ انسان خود فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ پورے معاشرے کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔

3. اسلام کا کرنسی کا نظام: شرح نے سونے اور چاندی کو کرنسی کی بنیاد قرار دیا ہے جس سے نہ تو افراط زر کی صورتحال پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی معاشی بحران۔ بلکہ اشیاء کی قیمتوں میں استحکام آتا ہے۔

4. سود کی ممانعت: سود کی حرمت کے حوالے سے شرعی نصوص میں صریح اور واضح احکامات آئے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا کہ اگر کوئی ذی شعور شخص جو ان معاشی بحرانوں کو گہرائی سے دیکھے وہ بھی اس بات کا ادراک کرے گا کہ دنیا میں اس معاشی افراتفری کی بنیادی وجہ سود پر مبنی قرض ہیں۔ سرمایہ دار بھی اس بات پر متفق ہیں کہ اگر معاشرے میں معاشی سرگرمیاں اور مارکیٹ میں Liquidity پیدا کرنی ہے تو شرح سود کو کم سے کم کیا جائے۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ سود سے مارکیٹ میں معاشی انجماد آتا ہے کیونکہ لوگ اپنی دولت کاروبار میں لگانے کے بجائے یا سرمایہ کاری کے بجائے بینکوں میں رکھواتے ہیں تاکہ سود کے ذریعے لگا بندھا پیسہ آتا رہے اور آسان دولت کمائی جاسکے جبکہ سود کی ممانعت سے لوگ اپنی دولت تجارت، صنعت اور زراعت میں خرچ کرتے ہیں جس سے پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے اور معاشی سرگرمیاں جنم لیتی ہیں اور دولت گردش کرتی ہے۔

5. دولت کی تقسیم اور ملکیت: اسلامی ملکیت کے تین ذرائع ہیں، سرکاری ملکیت، عوامی ملکیت اور انفرادی ملکیت۔ شرع نے اس کے حوالے سے تفصیلی احکامات دیئے ہیں جس سے معاشرے میں دولت کی تقسیم منظم ہوتی ہے۔

اسٹاک مارکیٹ اور مالیاتی اداروں کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر: سٹاک مارکیٹ اور مالیاتی اداروں کا کاروبار سود پر مبنی ہوتا ہے جس سے دولت کا ارتکاز ہوتا ہے اور وہ چند ہاتھوں میں سمٹتی چلی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کاروبار کوئی حقیقی معیشت نہیں بلکہ مصنوعی معیشت ہے جس کا اشیاء اور خدمات کی اصل پیداوار اور تقسیم سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ صرف افواہ سازی اور جوئے پر مبنی کاروبار ہے۔ جیسا کہ پیچھے بیان کیا گیا کہ سٹاک مارکیٹ اور مالیاتی ادارے وہ کوکھ ہیں جہاں سے معاشی بحران جنم لیتے ہیں اس لئے ان کی اسلامی ریاست میں کوئی جگہ نہیں یہ اسلام کے معاشی نظام کا مختصراً خاکہ ہے جس سے ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے نتیجے میں معاشی سرگرمیاں پیدا ہوں گی، کاروبار میں اضافہ ہوگا، روزگار کے مواقع میسر ہونگے اور معاشی خوشحالی آئے گی۔ لیکن یہ سب اس وقت ممکن ہوگا جب اسلامی مبداء پر مبنی ریاست، خلافت کا قیام ہو جو نہ صرف اسلام کے معاشی نظام بلکہ سیاسی، سماجی، عدالتی، تعلیمی اور خارجہ پالیسی کو بھی نافذ کرے، جس سے بنی نوع انسان ظلم اور استحصال کی تاریکیوں سے نکل کر حق اور ہدایت کی روشنی کی طرف آسکیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں ، فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلاَ يَضِلُّ وَلاَ يَشْقَى- وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا "جس کسی کو میری طرف سے ہدایت پہنچی اور وہ میری بتائی ہوئی رہ پر چلا تو نہ تو وہ بھٹکے گا اور نہ ہی اس کو کوئی تکلیف ہوگی لیکن جو کوئی میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کی معیشت تنگ کر دی جائے گی" (سورۃ طحہٰ:123-124)۔

ضرب عضب رسول اللہ ﷺ کی مبارک تلوار نہیں ہے بلکہ امریکہ وبھارت کے تعلق کو مضبوط کرنے کا نام ہے

تحریر: خالد صلاح الدین

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ آپریشن ضرب عضب دہشت گردی کے خلاف جنگ کے ہی تسلسل کا نام ہے۔ یہ وہ جنگ ہے جو امریکہ نے 11 ستمبر 2001 کو نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر ہونے والے حملے کے بعد شروع کی۔ جنرل مشرف نے ایک پالیسی فیصلہ کیا کہ پاکستان کو دہشت گردی کے خلاف اس امریکی جنگ میں شامل ہونا ہے۔ اب وہی مشرف پاکستانی عدالتوں میں انتہائی غداری کے مقدمات کا سامنا کر رہا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان آرمی کی براہ راست شمولیت سانحہ لال مسجد کے ساتھ شروع ہوئی۔ اب جو حقائق سامنے آئے ہیں وہ اس سے قطعی مختلف ہیں جو اس وقت غدار مشرف نے میڈیا پر پھیلائے تھے۔ اس نے اپنے ہاتھ لال مسجد آپریشن میں مسلمان عورتوں اور بچوں کے مقدس خون سے رنگے تھے۔

مشرف نے پاکستان کے عوام کے سامنے عموماً اور افواج پاکستان کے سامنے خصوصاً یہ تصویر پیش کی تھی کہ لال مسجد کے مولانا امن معاہدے کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے اور اس وجہ سے تشدد کا راستہ مجبوراً اختیار کرنا پڑا۔ امن مذاکرات کی ناکامی کی ذمہ داری لال مسجد میں موجود لوگوں پر ڈالی گئی اور ایک بھرپور فوجی آپریشن کی منظوری دے دی گئی جس کو سول سوسائٹی، میڈیا، تجزیہ کاروں اور اسٹیبلشمنٹ کے لبرل حلقوں کی حمائت حاصل تھی۔ آپریشن کے سات سال بعد سامنے آنے والے حقائق مشرف کو اس جرم کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور ایسا بالکل صحیح بھی ہے۔ لال مسجد کمیشن نے کہا کہ "رضا کارانہ گواہی دینے والوں اور عدالتی گواہان کے بیانات سے یہ بات واضح ہے کہ اموات سے بچا جا سکتا تھا.....انہوں نے پرویز مشرف کو جو کہ اس وقت صدارت کی کرسی پر براجمان تھے، اس سانحہ کا ذمہ دار قرار دیا"(1)۔

واقعات کا تھوڑا سا پس منظر جاننا ضروری ہے کیونکہ لوگوں کو دھوکہ دینے کی اس پالیسی کو اگلی ایک دہائی تک مشرف کے بعد آنے والوں نے بھی جاری رکھا تا کہ امریکی پالیسی مقاصد کو حاصل کیا جاسکے۔ مسلسل ہونی والی پر تشدد کاروائیوں کا ذمہ دار اسلامی انتہا پسندوں کو قرار دیا گیا، امن مذاکرات کی ناکامی کی ذمہ داری دہشت گردوں پر ڈالی گئی اور فوجی آپریشن شروع کیے گئے جس نے افواج پاکستان کو ایک انتہائی مشکل صورتحال میں ڈال دیا۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کسی بھی فوجی آپریشن کا مقصد امن کا قیام کبھی بھی نہیں تھا۔ ہر بار یہ بات ثابت ہوئی کہ فوجی قیادت میں موجود غدار اور امریکہ قبائلی علاقوں میں امن یا استحکام کے قیام کے لیے نہ ہی سنجیدہ تھے اور نہ ہی ان کا یہ ارادہ تھا۔ در حقیقت دونوں کا کردار تنازعہ کو برقرار رکھنے اور امن مذاکرات کو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں عوامی رائے عامہ کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے لئے استعمال کرنے اور جنوبی ایشیاء میں امریکی ایف-پاک پالیسی کو افواج پاکستان کی قیادت میں موجود غداروں کی مدد سے نافذ کرنا تھا۔

اس کے بعد 2009 میں سوات میں راہ راست فوجی آپریشن کیا گیا۔ ایک بار پھر اس آپریشن کو شروع کرنے سے پہلے ایک نام نہاد امن معاہدہ سوات کے صوفی محمد اور حکومت پاکستان کے درمیان کیا گیا۔ اس معاہدے کے فوراً بعد ایک لڑکی کو کوڑے مارنے اور ایک فوجی کے سر قلم کرنے کی وڈیو جاری ہوئی جس نے ایک اور فوجی آپریشن کی راہ ہموار کی۔ زمینی حقائق یہ ثابت کرتے ہیں کہ فوجی و سیاسی قیادت میں موجود غدار کبھی بھی نہ تو امن معاہدہ کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی اس کو برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ اس بات کا ثبوت اس وقت کے پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی اور امریکی سیکریٹری خارجہ ہلری کلنٹن کی مارچ 2010 میں ہونے والی مشترکہ پریس کانفرنس ہے جس میں ہلری کلنٹن نے کہا: "آپ نے سوات کا معاہدہ کیا ہے؟ یہ تو شکست کی مانند ہے"۔ شاہ محمود نے کہا: "رکیے، رکیے۔ وہ ایک طریقہ کار ہے۔ ٹھہریے۔ اس وقت تک ٹھہریں جب تک آپ نتائج نہ دیکھ لیں۔ اور ہم نے نتائج دِکھا دیے ہیں"(2)۔

اکثر امن معاہدوں کا یہی حشر ہوا۔ شمالی وزیرستان کے نیک محمد وزیر نے اپریل 2004 میں شکئی امن معاہدے پر دستخط کیے لیکن اسے جون 2004 میں ایک ڈرون حملے میں ہلاک کر دیا گیا(3)۔ جنوبی وزیرستان کے بیت اللہ محسود نے فروری 2008 میں امن معاہدے پر دستخط کیے۔ اس نے ایک لیفلٹ جاری کیا جس میں اس نے اپنے ساتھیوں کو پاکستان میں حملے کرنے سے روک دیا تھا کیونکہ امن مذاکرات جاری تھے۔ اس کو بھی اگست 2009 میں ایک ڈرون حملے میں ہلاک کر دیا گیا(4)۔ اسی طرح مئی 2013

میں ایک اور ڈرون حملے میں تحریک طالبان پاکستان کے نائب سربراہ ولی الرحمان کو ہلاک کر دیا گیا جس کی شہرت یہ تھی کہ وہ طالبان میں امن کی سوچ رکھنے والوں میں سے ہے۔ اس ڈرون حملے کے بعد پاکستان تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان نے ایک ٹویٹر پیغام میں کہا تھا کہ "اس ڈرون حملے میں امن کا حامی سمجھے جانے والے ولی الرحمان کے قتل کا بدلہ لینے کے نتیجے میں ہمارے سپاہی قتل اور زخمی ہوئے! یہ مکمل طور پر ناقابل قبول ہے"(5)۔ اس حملے کے کچھ ہی عرصے کے بعد نومبر 2013 میں تحریک طالبان پاکستان کے سربراہ حکیم اللہ محسود کو اس وقت ایک ڈرون حملے میں ہلاک کر دیا گیا جبکہ اس کے اور حکومت پاکستان کے درمیان امن مذاکرات جاری تھے(6)۔ اسی مہینے میں حقانی نیٹ ورک (جس کی وجہ شہرت افغانستان میں امریکی افواج پر حملے ہے) کے ترجمان نصیر حقانی، جو جلال الدین حقانی کے بیٹے بھی تھے، کو اسلام آباد میں قتل کر دیا گیا(7)۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ضرب عضب کسی بھی پچھلے فوجی آپریشنوں سے کوئی مختلف آپریشن ہے اور اس سے کوئی نیا نتیجہ برآمد ہو گا تو وہ تاریخ اور حقائق کو جانتا ہی نہیں ہے۔ ضرب عضب کے باضابطہ اعلان کے بعد جو پہلا فضائی حملہ کیا گیا وہ دتہ خیل ڈسٹرکٹ پر تھا جو کہ مشہور طالبان کمانڈر حافظ گل بہادر کا علاقہ تھا جس میں 140 مبینہ عسکریت پسندوں کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا گیا(8)۔ حافظ گل بہادر نے 2006 میں پاکستان آرمی کے ساتھ ایک امن معاہدے پر دستخط کیے تھے اور اس وقت سے اس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس نے امن معاہدے کی پاسداری کی اور اپنی توجہ افغانستان میں موجود نیٹو افواج پر حملے کرنے پر مرکوز رکھی۔ ضرب عضب کا باضابطہ اعلان 15 جون 2014 کو کیا گیا تھا اور اس وقت سے 23 جون تک حافظ گل بہادر نے امن معاہدے کو توڑنے کا اعلان نہیں کیا جبکہ اسی دوران دتہ خیل، میران شاہ، میر علی اور شوال وادی میں ہونے والے حملوں میں قبائلی بہت بڑی تعداد میں مارے گئے تھے(9)۔ پاکستان کی فوجی اسٹیبلشمنٹ نے ایک دہائی سے جاری امریکی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ایک بار پھر ایک نام نہاد امن معاہدے کو عملی تعبیر دینے کی اجازت دی جس کو عملی جامہ راحیل۔نواز حکومت نے پہنایا تاکہ مذاکرات کے دھوکے میں امریکی ایماء پر ایک اور فوجی آپریشن کیا جائے جس کی تیاری جنوری 2014 سے ہی شروع کر دی گئی تھی(10)۔

امن مذاکرات کی ناکامی کی ذمہ داری طالبان پر کس طرح ڈالی جاسکتی ہے جبکہ شمالی وزیرستان میں ایک بھرپور آپریشن کی تیاریاں چھ مہینے پہلے سے ہی جاری تھیں؟ شمالی وزیرستان میں آپریشن کا معاملہ بھی کسی طرح سوات، جنوبی وزیرستان اور دیگر علاقوں میں ہونے والے آپریشنوں سے مختلف نہیں ہے۔ ہر امن معاہدے کے دوران مذاکرات کے لئے اختیار کیا جانے والا غیر سنجیدہ رویہ اس بات سے واضح تھا کہ حکومت کی جانب سے بنائی جانے والی مذاکراتی ٹیم بے اختیار ہوتی تھی جس میں اہم سیاسی جماعتوں میں سے کسی کی کوئی نمائندگی نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی افواج پاکستان کا کوئی نمائندہ ان میں موجود ہوتا تھا۔ شمالی وزیرستان میں امن مذاکرات حکومت نے اپوزیشن جماعتوں کی مشاورت سے چلائے لیکن پھر اچانک آپریشن کے آغاز کا اعلان آئی۔ایس۔پی۔آر کی جانب سے کیا جاتا ہے نہ کہ وزیر اطلاعات کی جانب۔ اہم ترین اپوزیشن جماعتوں میں سے پاکستان پیپلز پارٹی اور تحریک انصاف (تحریک انصاف قبائلی علاقوں سے منسلک صوبے خیبر پختون خواہ میں حکومت میں ہے) نے واضح طور پر اعلان کیا کہ انہیں اس بات کا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ جلد ہی فوجی آپریشن شروع ہونے والا ہے۔ لیکن آپریشن شروع ہونے کے بعد تمام سیاسی جماعتوں کو کھل کر اس آپریشن کی حمائت کا اعلان کرنا پڑا کیونکہ اصل اختیار والوں نے تو آپریشن شروع کر ہی دیا تھا(11)۔ ضرب عضب آپریشن شروع کرنے کے لئے درکار عوامی رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے 8 جون 2014 کو کراچی ائرپورٹ پر ہونے والے انتہائی تباہ کن حملے کو استعمال کیا گیا۔ اس حملے کے اختتام سے قبل ہی اس کا ذمہ وزیرستان پر ڈال دیا گیا۔ سرکاری طور پر یہ کہا گیا کہ اس تباہ کن حملہ کی منصوبہ بندی شمالی وزیرستان میں موجود ازبک جنگجوؤں اور پاکستانی طالبان نے کی ہے(12)۔

کراچی ائرپورٹ پر حملے سے صرف تیس دن قبل، 7 مئی 2014 کو جوئیل کاکس، جس کو امریکی دفتر خارجہ نے ایف۔بی۔آئی ایجنٹ قرار دیا، کو کراچی ائرپورٹ سے گرفتار کیا گیا۔ ایس۔ایس۔پی ملیر کینٹ کے مطابق اس کے قبضے سے 9ایم ایم کی پندرہ گولیاں میگزین سمیت تین خنجر، جاسوسی کے لئے استعمال ہونے والا کیمرہ اور دیگر آلات برآمد ہوئے تھے(13)۔ آخر کیوں پاکستان میں موجود ایجنسیوں نے ایک غیر ملکی ایجنسی کے ایجنٹ کا کراچی ائرپورٹ حملے سے کوئی تعلق جاننے کی کوشش نہیں کی؟ جبکہ اس کی جگہ وزیرستان کو اس حملے کا ذمہ دار قرار دینے کے لئے کوئی ثبوت پیش کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی گئی اور تباہ کن فضائی حملے شروع کر دیے گئے۔ یہ پہلا واقع نہیں ہے جہاں پاکستانی ایجنسیوں نے اس قسم کے ایک واقعہ کا کوئی نوٹس ہی نہیں لیا۔ جولائی 2014 کو اسلام آباد ائرپورٹ سے ایک اور امریکی سکیورٹی ٹریز گرفتار ہوتا ہے لیکن اسے بھی جلد ہی رہا کر دیا گیا(14)۔ یہ بات قابل یاد دہانی ہے کہ اس سے قبل 27 جنوری 2011 کو ریمنڈ

ڈیوس، ایک نجی ملٹری کنٹریکٹر کو اس بات کے باوجود رہا کر دیا گیا کہ اس نے دن دہاڑے لاہور میں دو پاکستانیوں کو قتل کر دیا تھا۔ اب یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ریمنڈ ڈیوس پاکستان میں کیا کر رہا تھا۔ ریمنڈ ڈیوس کی رہائی میں انٹیلی جنس ایجنسی کے سربراہ نے شرمناک کردار ادا کیا جو سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں کی امریکی پالیسی سے وفاداری کا ثبوت تھا۔

شمالی وزیرستان میں ہونے والا فوجی آپریشن پاکستان کی جنگ نہیں ہے۔ ایک عرصے سے امریکہ شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن کا مطالبہ کرتا آرہا تھا۔ یہ مطالبہ اس وقت اپنی انتہا کو پہنچ گیا جب امریکی کانگریس نے افواج پاکستان کو ملنے والی 1.2 ارب ڈالر کی فوجی امداد کو شمالی وزیرستان آپریشن سے مشروط کر دیا۔ امریکی سیکریٹری خارجہ کے لیے لازمی ہو گیا ہے کہ وہ اس امداد کو جاری کرنے کے لئے لکھ کر یہ دے کہ "پاکستان نے شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشنز کیے ہیں جس کے نتیجے میں محفوظ ٹھکانوں اور حقانی نیٹ ورک کی نقل و حرکت کو کافی نقصان پہنچا ہے"(15)۔ عمران خان نے کانگریس کے اس نئے قانون کے متعلق کہا کہ "امریکہ شمالی وزیرستان میں آپریشن کرنے کے لئے حکومت کو رشوت دے رہا ہے"(16)۔ شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن کے متعلق میڈیا میں سب سے پہلے 24 جنوری 2014 کو خبریں آئیں کہ مارچ میں یہ آپریشن شروع ہو سکتا ہے(17)۔ جس کے بعد امریکہ نے کولیشن سپورٹ فنڈ کے تحت 352 ملین ڈالر 12 فروری 2014 کو جاری کیے(18)۔ ضرب عضب شروع کیے جانے کے بعد امریکہ نے 2015 کے مالیاتی سال کے تحت 960 ملین ڈالر کولیشن سپورٹ فنڈ کے تحت دینے کی منظوری دی(19)۔ اگر آپریشن ضرب عضب رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے نام کی نسبت سے شروع کی گئی ہے تو پھر اس جنگ کو کولیشن سپورٹ فنڈ کے امریکی ڈالروں سے کیوں لڑا جا رہا ہے؟

لہٰذا یہ آپریشن امریکی جنگ کا ہی حصہ ہے۔ اس کے علاوہ اس جنگ کا براہ راست فائدہ جہاں امریکہ کو پہنچتا ہے وہیں بھارت میں امریکہ کی نئی اتحادی مودی حکومت کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ پاکستان میں امریکہ نواز راحیل-نواز حکومت کی موجودگی میں آپریشن ضرب عضب کی منصوبہ بندی جنوری 2014 میں کی گئی اور اس کو مارچ-اپریل 2014 میں شروع کیے جانے کا امکان تھا۔ لیکن بھارت میں ہونے والے 16 مئی 2014 کے انتخابات کی وجہ سے امریکہ نواز بی۔جے۔پی کی فتح تک اس آپریشن میں تاخیر کی گئی۔ صرف ایک ہفتے بعد 21 مئی 2014 کو پاکستان کے جیٹ لڑاکا طیاروں نے شمالی وزیرستان میں بمباری کی اور اس بات کا دعویٰ کیا کہ ان حملوں میں 60 دہشت گرد ہلاک کر دیے گئے۔ اس کے بعد جلد ہی شمالی وزیرستان میں فوج کی بھاری نقل و حمل شروع ہو گئی اور اس دوران طیارے دتہ خیل۔ میران شاہ، میر علی اور خیبر ایجنسی میں بمباری کرتے رہے۔ 2 جون 2014 تک پاکستان نے بھارتی سرحدوں پر تعینات اپنی افواج کا تقریباً ایک تہائی حصہ مغربی سرحد پر پہنچا دیا(20)۔ اس قدر بھاری نقل و حمل بھارتی افواج کے لئے زبردست فائدے اور سکون کا باعث بنا۔

یہ نقل و حرکت ایک منصوبے کا حصہ تھی۔ یہ اس منصوبے کا حصہ تھا جس کے تحت افواج پاکستان کی تمام تر توجہ کا مرکز دشمن بھارت سے موڑ کر قبائلی علاقوں میں موجود امریکہ کے دشمنوں کی جانب کر دیا جائے۔ جنوری 2013 میں جنرل کیانی نے افواج پاکستان کی مشہور 'سبز کتاب' میں ایک نئے ڈاکٹرائن کا اعلان کیا۔ اس ڈاکٹرائن کے مطابق افواج پاکستان کے ہدف میں تبدیلی کی گئی اور بھارت کی جگہ اندرونی خطرات کو ملکی سلامتی کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا گیا۔ اس نئی پالیسی کے نتیجے میں پاکستان نے اپنی توجہ بھارت کی سرحدوں سے ہٹا کر افغانستان کی سرحد کی جانب کر دی۔ لیکن پاکستان کی جانب سے اٹھائے گئے اس قدم کا جواب بھارت نے بالکل مختلف طریقے سے دیا۔ بھارت نے پاکستان کو اپنی سلامتی کا سب سے بڑا دشمن سمجھنے کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور اس نے پاکستان کی سرحدوں پر تعینات اپنی افواج میں کوئی کمی نہیں کی۔ لیکن بھارت میں امریکہ نواز مودی کے اقتدار میں آجانے کے بعد اس بات کی بنیاد ڈال دی گئی ہے کہ بھارت کو یہ یقین دہانی کرادی جائے گی کہ پاکستان اب اس کی قومی سلامتی کے لئے خطرہ نہیں رہا۔ یہ یقین دہانی پاکستان آرمی کی اعلیٰ قیادت نے اپنے اعمال اور بیانات کی صورت میں کرادی ہے جیسا کہ:

پہلی یقین دہانی: بھارتی سرحدوں سے افواج کے بڑے حصے کو افغان سرحد پر منتقل کیا جانا جو کہ ایک اہم سٹریٹیجک تبدیلی ہے۔

دوسری یقین دہانی: عوامی سطح پر سٹریٹیجک گہرائی کو رد کر دینا اور اور ان لوگوں کا مذاق اڑایا جانا جو افغانستان میں سٹریٹیجک گہرائی کی حمائت کرتے ہیں جس میں راحیل شریف کے سابقہ باس اشفاق پرویز کیانی بھی شامل ہیں۔ افغانستان کو پاکستان کی سٹریٹیجک گہرائی سے نکال دینے سے بھارت کو اس بات کا موقع ملا ہے کہ وہ افغانستان میں اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانے کے لئے سرمایہ کاری کرے۔

تیسری یقین دہانی: راحیل شریف کی جانب سے مرکزی تجارتی راہ داری کی صورت میں معاشی یقین دہانی تاکہ بھارت کو معاشی فوائد پہنچائیں جائیں۔

لہٰذا بھارت کو راستہ فراہم کرنے کے لئے امریکی منصوبے کے تحت پاکستان نقصانات اٹھا رہا ہے۔ ایک

اندازے کے مطابق شمالی وزیرستان میں آپریشن کے لئے 80 ہزار فوجیوں کو بھیجا گیا ہے جبکہ 40 ہزار فوجی اس علاقے میں پہلے سے موجود تھے(21)۔ اس امریکی جنگ میں حصہ لینے کی وجہ سے پاکستان کی معیشت کو براہ راست 100 ارب ڈالر کا نقصان ہو چکا ہے جس کے نتیجے میں پاکستان اور بھارت کے درمیان واقع خلاء میں مزید اضافہ ہو گیا(22)۔ سابق ائر وائس مارشل شہزاد چوہدری نے کہا کہ "جبکہ بھارت اپنے ہتھیاروں کی صلاحیت کو بڑھانے کے لئے بے دریغ خرچ کر رہا ہے لیکن ہمارے معاملات بہت زیادہ پھیل چکے ہیں کہ ہم کوئی اہم ہتھیار بھی نہیں خرید سکتے۔ ہم مال کی کمی کے باوجود یہ جنگ لڑ رہے ہیں"(23)۔ بڑے بڑے منصوبے یا تو ستروی کا شکار کر دیے گئے ہیں جیسا کہ JF-17 جنگی طیارہ یا ان کو ختم ہی کر دیا گیا ہے جیسا کہ جرمنی سے نئی آبدوزوں کی خریداری(24)۔ فوجی قیادت میں موجود غداروں کی جانب سے فراہم کی جانے والی یقین دہانیاں براہ راست امریکہ کو مدد فراہم کریں گی کہ وہ بھارت کو اس بات کا یقین دلا سکے کہ اس کو اب پاکستان کی صورت میں روایتی خطرہ باقی نہیں رہا۔ اس خطے میں افواج پاکستان نہ صرف بھارت کے لئے براہ راست خطرہ ہیں بلکہ افواج پاکستان جہادی گروہوں کو استعمال کر کے پاکستان اور بھارت کے درمیان موجود دفاعی عدم موافقت کو بھی پورا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ لیکن اب جنرل راحیل شریف گیاری سیکٹر کی شہدوں کی قبروں پر کھڑے ہو کر بھارت کو یقین دلاتا ہے کہ وہ ان جہادی گروپوں کا خاتمہ کر کے چھوڑے گا۔ سیاچن میں کھڑے ہو کر بھارت کو یقین دہانی کرانے کے لئے جاری ہونا والا یہ ایک انتہائی اہم اور مضبوط بیان ہے۔

امریکہ اور پاکستان کی فوجی قیادت میں موجود اس کے ایجنٹ یک زبان ہو کر پاکستان کی سٹریٹیجک گہرائی کی پالیسی سے دستبردار ہونے کا اعلان کر رہے ہیں تا کہ بھارت کے لئے افغانستان میں راہ ہموار کی جائے۔ 21 جون 2014 کو امریکہ کے سابق سیکریٹری خارجہ ہیلری کلنٹن نے بھارتی چینل NDTV سے بات کرتے ہوئے کہا کہ "پاکستان کا سٹریٹیجک گہرائی کا تصور اب مردہ ہو چکا ہے۔ پاکستان کا افغانستان میں سٹریٹیجک گہرائی حاصل کرنے کی کوشش غلط ثابت ہوئی اور اب ملک کو اپنی تمام تر قوت کو عسکریت پسندوں سے نمٹنے کے لئے مرکوز کرنے کی ضرورت ہے"(25)۔ اسی طرح جنرل اشفاق پرویز کیانی نے کہا کہ "ہم افغانستان میں سٹریٹیجک گہرائی چاہتے ہیں مگر اسے کنٹرول نہیں کرنا چاہتے اور پر امن اور دوست افغانستان پاکستان کو سٹریٹیجک گہرائی فراہم کر سکتا ہے"(26)۔ 28 جون 2014 کو جنرل راحیل شریف نے سیاچن گلیشیر کا دورہ کیا جہاں انہوں نے گیاری سیکٹر میں شہداء کی یادگار پر پھول چڑھائے اور ان افسران اور سپاہیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا جنہوں نے ملک کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر دیں اور کہا کہ "فوج تمام تر خطرات کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہے"(27)۔ میجر جنرل عاصم سلیم باجوہ نے آپریشن کی نوعیت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ "یہ پاکستان سے دہشت گردی کے خاتمے کی ابتداء ہے"۔ انہوں نے مزید کہا کہ فوج 'اچھے اور برے طالبان' کے درمیان کوئی تمیز نہیں کرے گی اور فوج کے لئے تحریک طالبان کے مختلف گروہوں اور حقانی نیٹ ورک میں کوئی فرق نہیں ہے..... فوج ان تمام کا خاتمہ کر دے گی"(28)۔ 28 مئی 2014 کو راحیل شریف نے خاص طور پر مرکزی تجارتی شاہراہ کی تعمیر کا ذکر کیا جو کہ 714 کلو میٹر طویل سڑکوں کا ایک نیٹ ورک ہے جس کے تحت پاکستان کی انڈس ہائی وے اور وزیرستان کی ایجنسیوں کو افغان رنگ روڈ کے ساتھ منسلک کر دیا جائے گا(29)۔

آپریشن ضرب عضب کی تفصیلات میں جائے بغیر یہ تمام یقین دہانیاں مودی کو اس بات کا موقع فراہم کرتیں ہیں کہ وہ چین کو گھیرا ڈالنے کی امریکی پالیسی میں بھارتی کردار کی ادائیگی کو شروع کرے۔ 19 مئی 2014 کو بی۔بی۔سی عربی پر ایک مضمون "نقطہ نظر: مودی کس طرح امریکہ-بھارت تعلقات پر اثر انداز ہو گا؟" شائع ہوا۔ اسی طرح ہیریٹیج فاؤنڈیشن میں لیزا کیرٹیس کا مضمون "مودی کے ساتھ کام کرنا" شائع ہوا جس میں کہا گیا کہ "نئی دہلی اور واشنگٹن ایک جیسے سٹریٹیجک اہداف رکھتے ہیں چاہے اس کا تعلق دہشت گردی سے ہو، سمندری راستوں کو کھلا رکھنا ہو یا ابھرتے ہوئے چین کو دھمکانا ہو۔ خاص طور پر بی۔جے۔پی کی چین کو دھمکانے کی پالیسی میں دلچسپی امریکی اہلکاروں کو اس بات کو موقع فراہم کرے گی کہ وہ ان کے ساتھ قربت کے ساتھ کام کریں"۔ وائٹ ہاوس کی جانب سے جاری کیے جانے والے بیان کے مطابق امریکی صدر باراک اوباما نے مودی کو امریکہ کے دورے کی دعوت دی جب اس نے مودی کو فون کال کی اور انتخابات میں کامیابی پر مبارک باد دی۔ اوباما نے کہا کہ وہ مودی کے ساتھ کام کرنے کا منتظر ہے تا کہ غیر معمولی امریکہ بھارت سٹریٹیجک دوستی کے وعدے کو پورا کیا جائے۔ ستمبر میں مودی کی اوباما سے ملاقات طے ہو چکی ہے۔

لہٰذا شمالی وزیرستان آپریشن پاکستان کے مفادات کو سنگین نقصان پہنچا کر امریکہ اور بھارت کے اتحاد کو زبردست فائدہ پہنچا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود راحیل-نواز حکومت ہندو مشرکین کو ہمارے مفادات پر بالادستی دلوانے کے لئے کام کر رہی ہے جن سے ہمیشہ ہمیں زبردست نقصان ہی پہنچا ہے چاہے وہ کشمیر پر قبضہ ہو یا سابقہ مشرقی پاکستان میں فوجیں داخل کرنا

ہو اور آج بھی افغانستان میں قائم اس کے سینکڑوں قونصل خانے پاکستان کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف ہیں۔ یہ حکومت ہم پر ہندو کی سیاسی بالادستی کو قائم کرنے کے لئے کام کررہی ہے جبکہ آج اس خطے میں مسلم امت تعداد اور صلاحیت کے لحاظ سے بھی ہندو مشرکین سے بڑھ چکی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ مسلمان ہی تھے جنھوں نے صدیوں تک دنیا پر حکمرانی کی ہے ناکہ ہندو مشرکین نے۔ حکومت ہم پر ہندو کی معاشی بالادستی کو قائم کرنے کے لئے کام کررہی ہے جبکہ امت زبردست انسانی و مادی وسائل سے مالامال ہے اور صدیوں تک دنیا کی معاشی ترقی میں انجن کا کام کرتی رہی ہے۔ اور یہ حکومت ہم پر ہندو کی فوجی بالادستی کو قائم کرنے کے لئے کام کررہی ہے جبکہ اس امت کے پاس لاکھوں کی تعداد میں اتنی بڑی فوج ہے جو تعداد اور اپنی بہادری میں ہندو فوج سے کئی گنا بڑی ہے اور صدیوں تک ایک کے بعد دوسری جنگ جیتتی رہی ہے ان حالات میں بھی جب کبھی دشمن ہمارے سے کئی گنا زیادہ بڑا بھی تھا۔ بجائے اس کے کہ امت کو اس بات کی دعوت دی جائے کہ ہم ایک اسلامی ریاست خلافت کے سائے تلے طاقتور امت کے طور پر اٹھیں۔ راحیل-نواز حکومت ہمیں کفر کی بالادستی کو ہم پر قائم کرنے ، شکست خوردہ ذہنیت اختیار کرنے اور خود اپنے ہاتھوں اپنی تباہی و بربادی کی دعوت دے رہی ہے۔ ہماری صورتحال صرف اسی صورت میں بہتر ہوسکتی ہے جب ہم ایک امت، ایک ریاست کے طور پر، ایک حکمران کی زیر نگرانی کھڑے ہوں جو ہم پر دین اسلام کو نافذ کرے اور اسلام کو پوری دنیا تک پہنچائے۔ وقت کی ضرورت ہے کہ امت خلافت کو دوبارہ قائم کرے تاکہ مسلمان ایک بار پھر وہی حیثیت حاصل کرسکیں کہ پوری انسانیت اسلام کے نور سے فیضیاب ہوسکے جیسا کہ اس سے پہلے صدیوں تک ایسا ہوتا رہا، چاہے ہندو مشرکین کو یہ کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ "اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو سچی ہدایت اور دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے دیگر تمام ادیان پر غالب کردے، اگرچہ مشرکین کو کتناہی براکیوں نہ لگے" (التوبۃ:33)

حوالہ جات::

1. http://tribune.com.pk/story/540741/probe-report-one-man-lal-masjid-commission-fails-to-apportion-blame/
2. http://www.state.gov/secretary/20092013clinton/rm/2010/03/138996.htm
3. http://en.wikipedia.org/wiki/Nek_Muhammad_Wazir
4. http://en.wikipedia.org/wiki/Baitullah_Mehsud#cite_note-32
5. http://tribune.com.pk/story/560646/imran-khan-tweets-slain-ttp-commander-waliur-rehman-pro-peace/
6. http://tribune.com.pk/story/625762/another-drone-strike-kill-3-north-waziristan/
7. http://www.thenews.com.pk/Todays-News-13-26603-Jalaluddin-Haqqanis-son-killed-in-Islamabad
8. http://tribune.com.pk/story/722202/army-launches-operation-in-north-waziristan/
9. http://www.nation.com.pk/national/23-Jun-2014/hafiz-gul-to-remain-in-peace-until-shawwal-10
10. http://www.criticalthreats.org/pakistan/jan-what-you-need-to-know-north-waziristan-operation-june-19-2014
11. http://www.thenews.com.pk/Todays-News-7-256751-Minister-tells-assembly-PTI-govt-not-consulted
12. http://timesofindia.indiatimes.com/world/pakistan/Pakistan-kills-100-extremists-including-Karachi-airport-attack-mastermind/articleshow/36605712.cms
13. http://www.dawn.com/news/1104901/
14. http://tribune.com.pk/story/737360/us-citizen-arrested-for-carrying-weapon-at-islamabad-airport/
15. http://www.dawn.com/news/1112121
16. http://tribune.com.pk/story/721140/new-congress-legislation-us-bribing-govt-for-n-waziristan-operation-says-imran/
17. http://tribune.com.pk/story/663142/waziristan-offensive-likely-in-march/
18. http://tribune.com.pk/story/670568/unpaid-bills-us-releases-352m-under-csf/
19. http://www.dawn.com/news/1114420
20. http://www.dnaindia.com/world/report-pakistan-removes-third-of-army-s-border-deployment-1390778
21. http://in.reuters.com/article/2014/06/17/uk-pakistan-airstrikes-offensive-idINKBN0ES1A620140617?feedType=RSS&feedName=southAsiaNews
22. http://www.thenews.com.pk/Todays-News-2-219913-Dar-says-Pakistan-lost-$100-bn-in-war-on-terror
23. http://www.thefridaytimes.com/beta3/tft/article.php?issue=20120608&page=2
24. http://www.revolutionobserver.com/2014/06/who-benefits-from-zarb-e-azab-waziristan.html
25. http://www.ndtv.com/article/india/full-transcript-hillary-clinton-to-ndtv-on-iraq-pm-modi-and-plans-for-2016-545348
26. http://www.washingtonpost.com/wp-dyn/content/article/2010/02/01/AR2010020102506.html
27. http://tribune.com.pk/story/728451/army-prepared-to-fight-against-entire-spectrum-of-threat-army-chief/
28. http://www.criticalthreats.org/pakistan-security-brief/pakistan-security-brief-july-18-2014
29. https://www.ispr.gov.pk/front/main.asp?o=t-article&id=95

حکومت کی جانب سے فاش غفلت کا سبب جمہوری سیاست ہے جبکہ پاکستان میں 115 افراد طوفانی بارش میں لقمۂ اجل بن گئے

تحریر: انجینئر سہام

حال ہی میں پاکستان کے صوبوں پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے کچھ حصّوں میں شدید بارش کے بعد پانی کے چڑھاؤ کی وجہ سے ہلاک ہونے والے افراد کی تعداد 115 تک پہنچ گئی، جبکہ کئی اور لوگ زخمی ہوئے ہیں۔ زیادہ تر اموات چھتیں گرنے، ریزشِ زمین اور بجلی کے جھٹکے لگنے سے واقع ہوئیں ہیں۔ بعض شہروں میں ہونے والی بارش کی مقدار 130 ملی میٹر سے زائد ہے۔ پاکستان کے محکمۂ موسمیات نے شمال مشرقی پنجاب اور کشمیر میں موسم شدید ہونے کی تنبیہ جاری کی ہے اور ان کا بیان ہے کہ مزید شدید بارش متوقع ہے جس کی وجہ سے مزید سیلاب آسکتے ہیں۔

پاکستان میں طغیانی بارش اور سیلاب ہر سال پابندی سے واقع ہوتے ہیں، مگر جمہوری حکومتیں اس بات سے قاصر ہیں کہ وہ انسانی جانوں کی حفاظت کیلئے موزوں اقدامات کر سکیں۔ پاکستان کے لوگ پچھلے کم از کم چار سالوں سے جان لیوا مون سون سیلابوں کا شکار ہیں۔ 2013ء میں ملک بھر میں سیلاب آنے کی وجہ سے 178 افراد ہلاک ہوئے اور کچھ 15 لاکھ شدید متاثر ہوئے۔ 2012ء میں 520 لوگ موت کے منہ میں چلے گئے جبکہ زخمیوں کی تعداد 1180 سے زائد تھی۔ 2010ء کا سیلاب پاکستان کی تاریخ کا بدترین سیلاب تھا جس نے ایک بڑے انسانی بحران کی صورت اختیار کر لی تھی، اور اس میں 1800 ہلاکتیں ہوئیں اور 12 ملین لوگ متاثرین میں سے تھے۔ پچھلے تین سالوں سے پاکستان عالمی موسمی خطرات کی فہرست، جسے انصاف کے عالمی مسائل پر نظر رکھنے والی این-جی-او جرمن واچ نے ترتیب دیا ہے، میں سب سے پہلے نمبر پر ہے۔ 2010ء میں پاکستان ملک گیر سیلابوں کی وجہ سے موسمی آفات سے سب سے زیادہ متاثر ملک کے طور پر درج تھا، اور 2011ء میں وہ اس ضمن میں تیسرے نمبر پر تھا۔

پچھلے چار سالوں میں مسلسل سیلاب کی تباہ کاریوں کے باوجود کوئی مناسب عملی اقدامات نظر سے نہیں گزرتے۔ این-سی-سی-پی (قومی موسمی تبدیلی حکمتِ عملی) جسے پچھلے سیلابوں کے بعد عوام کے غم وغصے کے ردعمل کے طور پر جاری کیا گیا تھا، اب پس منظر میں چلی گئی ہے۔ مئی 2013ء کے عام انتخابات میں اقتدار میں آنے کے بعد جلد ہی ن-لیگ نے وزارتِ موسمیاتی تبدیلی کو گھٹا کر محض ایک ڈویژن بنا چھوڑا اور اس کا بجٹ بھی بہت کم کر دیا گیا کیونکہ یہ مسئلہ اس وقت عوام کی نظر میں عملی اہمیت کا حامل نہیں تھا۔

اس موجودہ سانحے میں وزیرِاعظم کو طوفانی بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے تباہی سے آگاہ ہونے میں ہی کئی دن لگ گئے۔ اتنی تاخیر کے بعد بھی محض ایک عمومی ہدایت جاری کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے، کہ تمام اہم شاہراہیں جو بارش کی وجہ سے منقطع ہو گئیں ہیں ان کی جلد از جلد مرمت کی جائے تاکہ امدادی کام تیز رفتاری سے عمل میں لایا جائے۔ مزید یہ کہ این-ڈی-ایم-اے کو ہدایت جاری کی گئی ہے کہ سیلاب کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کا اندازہ لگایا جائے۔ تھوڑی بہت عقل سمجھ رکھنے والا بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ ان ساری ہدایات سے انسانی جانیں بچانے میں کیا مدد ملے گی؟ مگر وزیرِاعظم صاحب کو سب سے زیادہ فکر شاہراہوں کے صاف ہونے کی ہے تاکہ افغانستان پر قابض نیٹو افواج کو پہنچنے والے ہتھیاروں، سور کے گوشت اور شراب کی رسد میں کوئی تعطل نہ پیدا ہونے پائے، جیسا کہ 2010ء میں بھی اس معاملے کو انسانی جانیں بچانے سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔

پاکستان کی عوام ہلاکت اور بربادی کا سامنا کر رہی ہے، جبکہ حکومت اور حزبِ اختلاف دونوں کو اپنے سیاسی تماشے سے فرصت نہیں ہے، جس میں وہ اپنے دھرنوں اور سڑکوں پر جشن منانے، اسمبلی میں بیٹھ کر کھوکھلی تقاریر پر تالیاں بجانے اور الزامات کے اسی تبادلے میں مصروف ہیں جو کہ ماضی قدیم سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ لہٰذیکم ستمبر 2012ء میں جب انگریزی روزنامہ ٹریبیون (Tribune) کی ایک خبر کے مطابق بارش اور سیلاب کی وجہ سے کم از کم 78 ہلاکتیں ہوئیں تو عمران خان کی پارٹی پی-ٹی-آئی نے پنجاب کی ن-لیگی حکومت پر اعتراض کیا کہ انہوں نے سیلاب آنے کا انتباہ جاری نہیں کیا اور موسمیاتی مسائل کے لئے صرف 6 ارب روپے مختص کیے۔ اسی طرح جب اگست 2014ء کے وسط میں شدید بارشوں نے کم از کم 16 لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور 80 سے زائد زخمی ہوئے تو وزیرِاعلیٰ خیبر پختونخواہ پرویز خٹک "آزادی مارچ" میں کنٹینر پر ناچنے میں مگن تھا، جس بات پر ن-لیگ سمیت کئی سیاسی حلقوں نے اس کی

مذمت کی۔ جمہوریت میں سیاست دانوں کا کردار روم کے شہنشاہ نیرو کی طرح کا ہے کہ جس اثناء میں شہر جل رہا ہے، وہ بانسریاں بجانے میں مشغول ہیں۔

جمہوری حکومت، چاہے وفاقی ہو یا صوبائی، لوگوں کے امور کی دیکھ بھال میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ جمہوریت کے علمبردار سیاست دان، حکومت ہو یا حزبِ اختلاف، ڈھٹائی سے لوگوں کے مسائل کو نظر انداز کرتے ہیں۔ یکے بعد دیگرے جمہوری حکومتوں کی انسانی زندگی کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکامی کی بنیادی وجہ دراصل جمہوریت کی اپنی اصلیت ہے۔ جمہوری طریقِ کار لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کرنا نہیں ہے بلکہ ایک مخصوص سیاسی طبقۂ اشرافیہ کے منافع کی دیکھ بھال کرنا ہے۔ جہاں بھی جمہوریت کا وجود ہے، وہاں ایک اونچے طبقے کی طرف سے کیے جانے والا عوام کا استحصال اور لوگوں کے مسائل سے چشم پوشی لا محالہ پائی جاتی ہے۔ مغربی جمہوری نظاموں میں بھی امیر ترین لوگ وہی ہیں جن کہ ہاتھ میں براہِ راست یا بالواسطہ سیاسی طاقت کی کنجیاں ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں دولت کے ارتکاز کو جمہوریت کے تحت انسان کے بنائے ہوئے قوانین کے ذریعے جائز اور قانونی عمل قرار دے دیا گیا ہے۔ لوگوں کے حقیقی مسائل پر ان کا انتہائی سست اور ناکافی ردعمل جس کی وجہ سے عوام کا غم وغصہ بھڑک اٹھا ہے کاترینا طوفان جیسے کئی قدرتی سانحوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کاترینا طوفان اور اس کے بعد آنے والے سیلابوں میں کم از کم 1833 افراد مارے گئے، جس کا مطلب ہے کہ یہ 1982ء کے بعد امریکہ میں آنے والا سب سے مہلک طوفان تھا۔ ایک اندازے کے مطابق اس طوفان میں 108 ارب 2005ء کے امریکی ڈالر کی مالیت کی جائیداد کا نقصان ہوا۔ کانگریس نے جب وفاقی، صوبائی اور مقامی حکومتوں کے ردِعمل کے متعلق تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ ریڈ کراس اور FEMA کے پاس "رسد کی وہ موزوں استعداد نہ تھی جس سے وہ خلیج کے ساحل کے متاثرین کی اتنی بڑی تعداد کی مدد کر سکیں"۔ اس تفتیش کا نتیجہ یہ تھا کہ اس سانحہ میں ہونے والے جان و مال کے نقصان کی ذمہ داری حکومت کی تینوں سطحوں پر عائد ہوتی ہے۔ طوفان کے متاثرین کی امداد کیلئے پیسے جمع کرنے کیلئے امریکہ میں کانسرٹ منعقد کیا گیا، جس میں کانسرٹ کی تمام تر رقم طوفان کے متاثرین کیلئے تھی۔ اس موقع پر موسیقار کانیے ویسٹ نے مرتب کئے ہوئے گانے کے الفاظ سے بالکل ہٹ کر حکومتی ردعمل پر سخت تنقید کی اور کہا کہ: "جارج بش کو 'کالے آدمیوں' کی پرواہ ہی نہیں ہے"۔ یہ ہے جمہوریت میں سیاست کی حقیقت کہ سیاست دانوں کو صرف اس بات سے مطلب ہوتا ہے کہ کسی طرح وہ ایک اور مدت کو یقینی بنا سکیں تا کہ زیادہ سے زیادہ ذاتی مفاد حاصل کیا جا سکے جبکہ ان کی توجہ لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کی طرف ہونی چاہئے تھی۔

لوگوں کے معاملات سے غفلت برتنا جمہوریت کا ایسا جزولاینفک ہے کہ نتیجتاً جمہوریت کی طرف وہی لوگ مائل ہوتے ہیں جو فطری طور پر بے درد، مکار اور لالچی ہوتے ہیں۔ ماکیاویلی نے اپنی مشہور کتاب The Prince میں سیاست سے متعلق جو تفصیل بیان کی ہے وہ کچھ یوں ہے: "رہنماؤں کو ہمیشہ اپنے اصل مقاصد پوشیدہ رکھنے چاہییں، انہیں اپنی باتوں میں تضاد سے بچنا چاہیے اور بیشتر اوقات رحمدلی، ایمان، انسانیت، شفافیت اور مذہب سے عاری ہو کر اپنا کام کرنا چاہیے کیونکہ یہی ریاست کی بقا کی ضمانت ہے"۔ جیمز جانسن جو کہ CAS میں تاریخ کا ایک ایسوسی ایٹ پروفیسر ہے، جس نے 1996ء میں بہترین معلم کا تمغہ Metcalf حاصل کیا تھا، اس سے کسی موقع پر پوچھا گیا: "آپ کے خیال میں ماکیاویلی کا موجودہ امریکی سیاست کے بارے میں کیسا تاثر ہوتا؟"۔ اس نے جواب دیا: "وہ اپنے مشہور ناقابلِ فہم انداز میں مسکراتا، جیسے کہ کہہ رہا ہو کہ یہ تو کچھ جانا پہچانا لگتا ہے"۔ فلپ بابٹ جو دیگر کئی قابل ذکر کتابوں کے ساتھ ساتھ The Shield of Achilles, War, Peace and the Course of History کا مصنف ہے، اس نے لکھا ہے کہ: "ماکیاویلی امریکی دستور کا روحانی باپ ہے"۔

اگر واشنگٹن کے آقاؤں کا یہ حال ہے تو ہم ان کے ایجنٹوں اور پتلوں سے اس سے بہتر کیا توقع رکھ سکتے ہیں؟ موجودہ وزیرِاعظم کے چھوٹے بھائی شہباز شریف کی قیادت میں حکومتِ پنجاب نے 2012ء میں صرف 11 ماہ میں میٹرو بس پراجیکٹ مکمل کر لیا۔ اس پراجیکٹ سے اس کا ذاتی تعمیراتی مفاد پورا ہوا اور اس کو اس نے الیکشن کی مہم میں سیاسی کارڈ کے طور پر بھی استعمال کیا۔ تاہم اس سارے وقت میں ہنگامی صورتحال کیلئے سیلاب سے محفوظ ٹھکانے تعمیر کروانے کیلئے کوئی اقدامات نہیں کیے جا سکے۔ نکاسی کے نظام کے متعلق ایک WASA کے اہلکار کا یہ کہنا ہے کہ "دسمبر میں WASA نے ضروری نقشے، خاکے اور پانی اور نکاسی کے نظام سے متعلق اہم معلومات ترکی کے ماہرین کے پاس بھیجیں تاکہ وہ نکاسی کے نظام میں بہتری لانے کے بارے میں تجاویز دے سکیں"۔ ترکی کے ماہرین نے WASA کو یہ تجاویز دیں کہ وہ گٹر کے نالے اور بارش کے پانی کیلئے نالے الگ الگ متعین کر دیں تاکہ بارش کے موسم میں یہ نالے رکاوٹوں کی وجہ سے بند نہ ہو جائیں۔ انہوں نے یہ بھی رائے دی کہ حسبِ ضرورت نئے نالے بننے چاہییں اور پُرزور الفاظ میں یہ بھی کہا کہ سارا انحصار ان بیسیوں سال پرانے مجموعی نکاسی کے نظام پر نہیں ہونا چاہیے۔

انہوں نے مزید یہ بھی کہا کہ شہر میں ایسے پانی صاف کرنے والے پلانٹ ہونے چاہییں جن کا پانی پھر آبپاشی کیلئے استعمال ہو سکے، نہ کہ اس کا رخ دریا کی طرف موڑ دیا جائے۔ انہوں نے اس بات کی بھی تاکید کی کہ لوگوں کو اس بات کی تربیت دی جائے کہ وہ اپنے گھریلو کچرے کو مناسب طریقے سے ٹھکانے لگائیں بجائے اس کے کہ وہ سڑکوں اور گلیوں میں اڑتا پھرے۔ ان تجاویز پر سرے سے کبھی غور ہی نہیں کیا گیا۔

اسلام نے سیاست کا مطلب لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کرنا متعین کیا ہے اور اس کو ایک فرض عمل قرار دیا ہے جس کی عدم ادائیگی کا نتیجہ یہ ہو گا کہ حکمران قیامت کے دن اللہ کے سامنے جوابدہ ہو گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوِّسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَأَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَتَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ، قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا ؟ قَالَ: فُوْا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، وَأَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ [مسلم] "بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی نبی کی وفات پاتا تو اس کی جگہ ایک اور نبی لے لیتا، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا، البتہ خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: ایک کے بعد دوسرے کی بیعت کو پورا کرو اور انہیں ان کا حق دے دو کیونکہ اللہ یقیناً ان سے ان کے بارے سوال کرے گا جن کو اس نے ان کی رعیت میں دیا"۔ اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ [مسلم] "تم میں سے ہر ایک رکھوالا ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے۔ لہٰذا حکمران اپنے لوگوں کا رکھوالا ہے اور ان کے بارے میں ذمہ دار ہے۔ آدمی اپنے گھر والوں کا رکھوالا ہے اور وہ ان پر ذمہ دار ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی رکھوالی ہے اور اس پر ذمہ دار ہے اور ایک آدمی کا غلام اس کے مال کا رکھوالا ہے اور اس پر ذمہ دار ہے۔ پھر سن لو، یقیناً تم میں سے ہر کوئی ایک رکھوالا ہے اور اپنی رعیت کیلئے ذمہ دار ہے"۔ حضرت عائشہؓ نے روایت کیا: سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي بَيْتِي هَذَا 'اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ' [مسلم] "میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس گھر میں یہ کہتے ہوئے سنا: 'اے اللہ جس کو میری امت کے کچھ امور کی ذمہ داری سونپی گئی تو اس نے ان سے سختی کا معاملہ کیا تو تُو بھی اس سے سختی کا معاملہ کر اور جس کو میری امت کے کچھ امور کی ذمہ داری سونپی گئی اور اس نے ان سے نرمی کا معاملہ کیا تو تُو بھی اس سے نرمی کا معاملہ کر'"۔ اور فرمایا: مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنْ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ [بخاری] "کوئی حکمران ایسا نہیں جس کو مسلمانوں کی رعیت کی ذمہ داری دی جائے اور وہ ان سے خیانت کرتا ہوا مرے، اِلّا یہ کہ اللہ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے"۔

لہٰذا ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام میں سیاست دان امت کے امور کی دیکھ بھال میں لگے رہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو جب حکمرانی کی ذمہ داری سونپی گئی تو انہوں نے کہا: "اگر عراق کی سرزمین میں ایک جانور بھی ٹھوکر کھائے تو مجھے خوف ہے کہ اللہ اس کا حساب بھی مجھ سے لے گا کہ میں نے سڑک کیوں مرمت نہ کروائی"۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مکہ میں سیلاب آیا تو آپؓ نے حکم دیا کہ کعبہ کی حفاظت کیلئے دو بند تعمیر کیے جائیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے مدینہ میں بھی بند تعمیر کروائے تاکہ چشموں کے ابلنے سے سیلاب نہ آجائے اور اس طرح سیلاب کی وجہ کو جڑ سے ہی ختم کروادیا۔ مزید برآں، ایک قحط کے دوران، حضرت عمرؓ نے مصر میں ایک نہر کی تعمیر کا حکم دیا جو دریائے نیل کو سمندر سے متصل کرتی تھی۔ اس نہر کا مقصد یہ تھا کہ بحیرہ عرب کے راستے (حجاز تک) غلہ کی ترسیل کو آسان کیا جاسکے جبکہ اس سے قبل غلہ صرف زمینی راستے سے منتقل ہوا کرتا تھا۔ یہ نہر حضرت عمروؓ بن العاص کی نگرانی میں ایک سال کے اندر اندر پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی۔ سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں کہ اس کے بعد سے سرزمین حجاز کو آنے والے تمام وقتوں کیلئے قحط سے نجات مل گئی۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ جمہوریت ایسے سیاست دانوں کو جنم دیتی ہے جن کو برسرِ اقتدار صرف اپنے مفاد کی پرواہ ہوتی ہے اور ان کو لوگوں کا خیال صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ عوام کو اتنا خوش رکھیں کہ اگلے الیکشن میں ان کی کرسی پکی رہے۔ مسلمان آج جن جن مسائل کا سامنا کر رہے ہیں ان کا واحد حل یہ ہے کہ جمہوریت کا قلع قمع کر کے خلافت کا نظام قائم کیا جائے۔ جو مخلص اور باخبر سیاست دان آج خلافت کیلئے کام کر رہے ہیں وہ اس وقت پھر ایسا ماحول قائم کریں گے کہ مخلص سیاست دانوں کی پوری ایک نسل کے لئے زمین ہموار ہو جائے اور یہ ایسے لوگ ہوں گے جو کہ امت کے امور کی دیکھ بھال کرنے کے قابل بھی ہوں گے اور وہ تخلیقی انداز میں یہ کام سرانجام دیں گے۔

افواجِ پاکستان کو جمہوریت کی حمایت کرنے کی بجائے خلافت کے قیام کے لئے نُصرہ فراہم کرنی چاہیے

پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پاکستان تحریک انصاف کے درمیان ہونے والی طویل اور پر تشدد محاذ آرائی کے دوران امریکہ نے بار بار اس بات پر زور دیا کہ وہ جمہوریت کی حمایت کرتا ہے۔ جب یہ بحران پروان چڑھ رہا تھا تو اس دوران پاکستان میں موجود امریکی سفیر مد مقابل جماعتوں سے ملاقاتوں میں مصروف تھا اور اس نے سب پر واضح کیا کہ وہ صرف ایسی تبدیلی کی حمایت کرے گا جو جمہوریت کے آئین کے مطابق ہو گی۔ پھر جب بحران سنگین ہوتا چلا گیا تو امریکی دفتر خارجہ کے نائب ترجمان نے 22 اگست 2014 کو بیان دیا کہ "امریکی سفیر کی پاکستان میں کئی عہدیداروں سے اکثر ملاقاتیں رہتی ہیں" اور اس بیان کے دوران امریکی نائب ترجمان نے ایک مرتبہ پھر جمہوریت کے آئین پر عمل کرنے پر زور دیا۔ اس کے بعد 29 اگست 2014 کو جب پر تشدد ٹکراؤ کا خطرہ منڈلا رہا تھا، امریکی دفتر خارجہ نے پھر اس بات پر زور دیا کہ "پر امن مظاہرے اور آزادیٔ اظہار... جمہوریت کے اہم پہلو ہیں"۔

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے کہ جن کے ذریعے امریکہ پاکستان اور اس کی افواج کو کنٹرول کرتا ہے تو انہوں نے بھی اپنے آقا کی بات کو ہی دہرایا کہ وہ جمہوریت کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ راحیل-نواز حکومت نے یکم ستمبر 2014 کو آئی۔ایس۔پی۔آر (ISPR) کے ذریعے یہ بیان دیا کہ "فوج ایک غیر سیاسی ادارہ ہے جو کئی موقعوں پر جمہوریت کی حمایت کا واضح اظہار کر چکا ہے"۔ جہاں تک پاکستان تحریک انصاف کا تعلق ہے تو اس نے اعلان کیا کہ اس کی جدوجہد جمہوریت ہی کے لیے ہے اور یوں اس نے خود کو پاکستان کے عوام کے سامنے بے نقاب کر دیا ہے کہ موجودہ حکومت کی طرح وہ بھی پاکستان پر حکمرانی کرنے کی اہل نہیں ہے۔ یکم ستمبر 2014 کو عمران خان نے بڑے فخر سے کہا کہ "میری اٹھارہ سال کی جدوجہد انصاف اور 'جمہوریت' کے لیے ہے"۔

پس امریکہ نے براہِ راست بھی اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعے بھی اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ جمہوریت ہی کی حمایت کی جائے گی کیونکہ آمریت کی طرح جمہوریت بھی پاکستان میں امریکہ کے مفادات کو یقینی بناتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 12 دسمبر 2012 کو بی۔بی۔سی کو انٹرویو دیتے ہوئے پاکستان میں امریکی سفیر رچرڈ اولسن نے پورے اعتماد سے اعلان کیا تھا کہ پاکستان میں "ہمارا گھوڑا جمہوریت ہے"۔ جی ہاں! یقیناً، یہ جمہوریت ہی ہے جسے امریکہ اپنے مفاد کے مطابق چلاتا ہے چاہے کوئی بھی اس گھوڑے کا سوار بن جائے، خواہ وہ پی پی پی ہو، پاکستان مسلم لیگ (ن) ہو یا پاکستان تحریک انصاف۔

جمہوریت کی باگ ڈور حقیقتاً امریکہ ہی کے ہاتھوں میں ہے کیونکہ جمہوریت اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت کا نظام ہے۔ جمہوری نظام اسمبلیوں میں موجود مرد و خواتین کو قانون ساز قرار دیتا ہے اور انہیں اس بات کا اختیار دیتا ہے کہ وہ ان احکامات کو پسِ پشت ڈال دیں جنہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق قوانین بنائیں جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرما چکا ہے: (وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ) "(اے محمد ﷺ) ان کے درمیان اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے مطابق حکمرانی کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی ہر گز نہ کیجئے گا اور خبر دار رہیں کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ بعض احکامات کے بارے میں آپ کو فتنے میں نہ ڈال دیں" (المائدہ:49)۔ امریکہ پاکستان کے حکمرانوں اور اسمبلیوں کے اراکین سے مسلسل رابطے رکھتا ہے اور ان کے ذریعے پاکستان کے قوانین کو اپنے مفادات کے مطابق بنواتا ہے۔ لہٰذا یہ جمہوریت ہی ہے جس نے پاکستان میں اسلام کے نفاذ کو روک رکھا ہے اور اس کی بجائے امریکی مفادات کے حصول کو یقینی بنا رہی ہے۔

پس جمہوریت کے ذریعے امریکہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ نجکاری کے ذریعے پاکستان کے توانائی کے وسیع ذخائر اور معدنیات کی دولت کی لوٹ کھسوٹ جاری رہے اور پاکستان ایک طاقتور معاشی طاقت کے طور پر نہ ابھر سکے۔ جمہوریت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ پاکستان کی طاقتور افواج کو مغربی مفادات کی تکمیل کے لئے تو دنیا کے کونے کونے میں بھیجا جائے لیکن جب کشمیر و فلسطین کے مسلمان اپنی افواج کو پکاریں تو انہیں بیرکوں میں ہی پڑا رہنے دیا جائے۔ آج جمہوریت ہی پاکستان میں امریکہ کے قائم کردہ وسیع جاسوسی اور نجی فوجی نیٹ ورک کو کام کرنے کی اجازت دیے ہوئے ہے جو ہماری افواج پر حملے کرواتی ہیں تاکہ ان حملوں کو جواز بنا کر پاکستانی افواج کو امریکہ کی جنگ لڑنے کے لئے قبائلی علاقوں میں بھیجا جا سکے۔ اس کے علاوہ اس لاحاصل اور تباہ کن جدوجہد کا بندوبست کر کے کہ کون اس امریکی گھوڑے یعنی جمہوریت پر سواری کرے گا، امریکہ مسلمانوں کے رخ کو پاکستان میں خلافت کے قیام کے ذریعے امریکی راج کے خاتمے سے پھیرنا چاہتا ہے کیونکہ صرف خلافت ہی پاکستان کے وجود کو امریکی

موجودگی اور اس کے اثرونفوذ کی غلاظت سے پاک کرسکتی ہے۔

اے پاکستان کے مسلمانو! جمہوریت سے منہ موڑ لو، اس سے کوئی امید نہ لگاؤ کیونکہ یہ کفر کا نظام ہے، جسے تمہارے سروں پر اس لیے نافذ کیا گیا ہے تاکہ تمہاری اعلیٰ تمناؤں اور عظیم صلاحیت کو کچلا جاسکے۔ آپ پر لازم ہے کہ آپ تمام سیاسی جماعتوں سے مطالبہ کریں کہ وہ جمہوریت کے خاتمے اور خلافت کے قیام کے لئے کام کریں۔ اور آپ پر یہ بھی لازم ہے کہ حزب التحریر میں شمولیت اختیار کریں جس کا نظریہ حیات اسلام ہے اور جو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق خلافت کے قیام کی جدوجہد کررہی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (وَلْتَكُنْ منكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئكَ هُمُ الْمُفْلِحُون) "اور تم میں کم ازکم ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی طرف دعوت دے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں" (آل عمران:104)۔

اے افواج پاکستان! یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ پاکستان میں حقیقی تبدیلی آپ پر ہی منحصر ہے اور باقی مسلم دنیا کی بھی یہی حقیقت ہے۔ مصر کی افواج کی رضامندی اس بات کا سبب بنی کہ مرسی کو جمہوری گھوڑے کے سوار کے طور پر لایا گیا اور پھر مصری افواج کے حرکت میں آنے کے نتیجے میں ہی مرسی کے اقتدار کا خاتمہ ہوا اور پھر جمہوریت کے گھوڑے پر سواری کے لیے ایک نیا سوار جنرل سیسی آگیا۔ ترکی میں بھی جمہوریت فوج کے کندھوں پر کھڑی ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو آج ہمارے لوگ اس لیے مصائب کا شکار ہیں کیونکہ آپ کی قیادت میں موجود غدار آپ کی طاقت کو جمہوریت کے امریکی گھوڑے کو برقرار رکھنے کے لیے استعمال کررہے ہیں۔ تو آپ کس طرح اس بات کی اجازت دے سکتے ہیں کہ آپ کی طاقت کو جمہوریت کے کفریہ اور اللہ سے بغاوت پر مبنی نظام کی خاطر استعمال کیا جائے؟!

اے افواج پاکستان! جان لیں کہ یہ آپ کی قیادت میں موجود غدار ہی ہیں جو جمہوریت کے تسلسل کو یقینی بنائے ہوئے ہیں اور اسلام کی واپسی کو روکے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ غدار ہر اس آفیسر کو ترقیاں دیتے ہیں اور انعامات سے نوازتے ہیں جو ہمارے دشمن امریکہ کے سامنے جھکنے کے لیے تیار ہو اور دنیا کے مال و دولت کے بدلے اپنے لوگوں اور اپنے دین کو بیچ دے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی قیادت میں موجود غدار ہر اس آفیسر کو سزا دیتے ہیں جو اسلام کا مضبوط حامی ہو جیسا کہ بریگیڈئر علی خان جیسی معزز شخصیت، جنہیں پندرہ مہینے تک محبوس رکھنے کے بعد قید کی سزا سنائی گئی اور وہ اب تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہیں جبکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ خلافت کے قیام کے جشنِ استقبال میں انہیں کندھوں پر اٹھایا جاتا۔ تو آپ کیسے اپنی طاقت و قوت کے موجودہ غلط استعمال کو قبول کرسکتے ہیں جبکہ آپ نے اللہ کے سامنے یہ قسم اٹھا رکھی ہے کہ آپ اس ملک اور اس کے لوگوں کی حفاظت کریں گے؟!

جان لیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خاص طریقہ کار پر چلتے ہوئے اسلامی ریاست قائم کی اور تمام تر مشکلات و مصائب کے باوجود آپ ﷺ اس طریقہ کار سے پیچھے نہیں ہٹے اور وہ طریقہ کار یہ تھا کہ طاقت و قوت کے حامل لوگوں سے اسلامی ریاست کے قیام کے لئے **نُصرہ** طلب کی جائے۔ پس رسول اللہ ﷺ ذاتی طور پر عرب قبیلوں کے جنگجو سرداروں سے ملے اور ان سے دین کے مکمل اور فوری نفاذ کے لئے **نصرۃ** طلب کی۔ اے افواجِ پاکستان یہ آپ کے آباؤ اجداد تھے اور آج آپ ان کے جانشین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ صبر و استقامت کے ساتھ اسی طریقہ کار پر کاربند رہے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پرواہ کی یہاں تک کہ اللہ نے انصار مدینہ کے مختصر لیکن مخلص اور بہادر جنگی گروہ کے ذریعے آپ ﷺ کی مدد کا اہتمام فرمادیا جنہوں نے عقبہ کے مقام پر آپ ﷺ کو بیعت دی، جو کہ اس دین کے نفاذ و تحفظ کی خاطر لڑنے کی بیعت تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا اختیار کردہ طریقہ کار اس بات کو فرض بناتا ہے کہ اسلام کو حکمرانی اور ریاست کے طور پر قائم کرنے کے لئے **نصرۃ** دی جائے۔ لہٰذا آج حزب التحریر آپ کے سامنے موجود ہے اور آپ سے خلافت کے قیام کے لئے **نصرۃ** کا مطالبہ کررہی ہے۔ یہی وہ راستہ ہے کہ جس سے آپ اس دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں عزت حاصل کریں گے، جب آپ ظلم کی حکمرانی کا خاتمہ کریں گے اور نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کو قائم کردیں گے۔ امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ)) "پھر ظلم کی حکمرانی ہوگی اور اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ اس کا خاتمہ کردے گا جب وہ چاہے گا۔ اور پھر خلافت قائم ہوگی نبوت کے نقشِ قدم پر۔ اس کے بعد آپ ﷺ خاموش ہوگئے"۔

حزب التحریر — **10 ذی القعد 1435**
ولایہ پاکستان — **5 ستمبر 2014**

دنیااور امریکہ کو مسلمانوں کے خون اور دھماکہ خیز ڈرموں سے شہریوں کے قتل کی کوئی فکر نہیں

اگست 2012 سے سفاک بشارالاسد کی حکومت نے پہلی مرتبہ دھماکہ خیز ڈرموں کا استعمال شروع کیا اور اب تک شام کے معصوم شہریوں پر ان ڈرموں کی بارش کی جارہی ہے جو ان پر تباہی و بربادی لاڈالتی ہیں۔ یہ بیرل دوسرے بموں اور میزائلوں کے مقابلے میں کم قیمت ہوتے ہیں اور حکومتی افواج ان کو دہشت انگیز اسلحے کے طور پر استعمال کرتی ہیں کیونکہ ان کو فضا سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے آسانی سے پھینکا جاسکتا ہے اور پھر چشم زدن میں شہریوں پر بلا امتیاز موت چھا جاتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق شام میں اب تک 6000 بیرل بم استعمال کئے گئے ہیں جس کے باعث 20 ہزار سے زائد افراد لقمہ اجل بن گئے۔

ایسا لگتا ہے کہ قرارداد نمبر 2139 جس کو اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے سلامتی کونسل نے 22 فروری 2014 کو منظور کیا تھا جو اس قسم کے اسلحے پر پابندی عائد کرتی ہے، کے نفاذ کے لئے ٹھوس اقدامات نہیں کئے گئے۔ موجودہ صورتحال کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا استعمال برابر جاری رہے گا۔ بشار حکومت کی شام کے مسلمانوں کا خون بہانے کی پیاس بڑھ گئی ہے اور ان ڈرموں کا بہت زیادہ استعمال کر رہی ہے اور اب اس کا دائرہ نئے علاقوں تک وسیع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ صرف حلب میں ہیومن رائٹس واچ نے 650 حملوں کے اعداد وشمار شائع کئے جن میں ان ڈرموں کو استعمال کیا گیا۔ یہ حملے قرارداد کی منظوری اور 14 جولائی 2014 تک کے عرصے میں کئے گئے۔ اس کے باوجود امریکہ اور مغربی ریاستوں نے جنگی جرائم کے ارتکاب پر مشتمل ان رپورٹوں کے حوالے سے بہت محتاط ردعمل دیا اور اس دوران اس کے ایجنٹوں کی طرف سے بڑے پیمانے پر کی جانے والی منظم اور سنگدلانہ کارروائیوں پر معمولی سی دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور ان کا وطیرہ یہی رہے گا۔ اسی قابلِ اعتراض خاموشی نے عراق کے اندر فرقہ وارانہ حکومتی نظام کی حوصلہ افزائی کی تاکہ عراق میں بھی شام کی مثال دہرائی جائے۔ چنانچہ عراق کے مختلف علاقوں، فلوجہ سے لے کر کرمہ، تکریت اور بیجی سے لے کر موصل تک میں بڑے پیمانے پر ان دھماکہ خیز ڈرموں کا استعمال شروع کیا گیا ہے۔

یہ امریکہ اور یورپین قائدین کی کھلی منافقت ہے جو شام اور عراق میں ان کے ایجنٹوں کے طرف سے مسلمانوں کے اجتماعی قتل پر خاموشی کی صورت میں ہمیں نظر آتی ہے .....جبکہ غزہ پر بدترین انتقامی حملوں کے دوران یہودی ریاست کو ان کا لامحدود تعاون حاصل رہاہے، ان یہودی حملوں نے انسانوں اور درختوں اور پتھروں تک کو بھسم کر چھوڑا۔ یہ سب کچھ بغیر کسی شک وشبہ کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسانیت کی خیر خواہی اور انسانی زندگی کے احترام کے دعوے مکمل طور پر جھوٹے، کھوکھلے اور گمراہ کن دعوے ہیں جو زمینی حقائق سے کسی طرح میل نہیں کھاتے۔ مجموعی طور پر ان ممالک کو مسلمانوں کے حقوق اور ان کے خون کے احترام کی کوئی پرواہ نہیں۔ وہ بعض اوقات مسلمانوں پر کئے جانے والے مظالم کی مذمت کرتے ہوئے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں مگر عین اسی وقت وہ اپنے ایجنٹوں اور دوستوں کے جرائم پر چپ سادھ لے لیتے ہیں جب اپنا مفاد پیش نظر ہو.....اس بنا پر موت کے یہ ڈھانچے جو دنیائے اسلام کے اندر بوئے گئے ہیں صرف مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اوران کی قوت کو منتشر کرنے اور ان کے علاقوں کو مختلف ٹکڑوں اور باہمی خون خرابے کے میدانوں میں تقسیم کرنے کے لئے ہیں تاکہ ان کے ذخائر کو لوٹنے اور ان کے توانائی کے وسائل پر کنٹرول حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو اور اس سے بھی زیادہ اہم بات ان کے نزدیک یہ ہے کہ نبوت کے نقش قدم پر دوسری ریاستِ خلافت کے قیام کو روکا یا مؤخر کیا جائے.....وہ ریاستِ خلافت جو ان کے جھوٹ اور فریب کاریوں کو بے نقاب کرے گی، ان کی زبانوں کو لگام دے گی اور ان کے ان جھوٹے دعوؤں کی قلعی کھول کے رکھ دے گی کہ ہم حق، بھلائی، عدل وانصاف اور انسانی احترام کے محافظ ہیں جبکہ دنیا ان کے مظالم اور فساد انگیزیوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ مگر ان کی یہ ساری کوششیں ناکام ہوں گی۔ جہاں تک ہم حزب التحریر کی بات ہے تو ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ اب دنیا کی قیادت اور زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لینے کے بہت زیادہ قریب ہے یہ امر اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں، حق تعالی کا ارشاد ہے:

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِؤُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ۚ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ * هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾

"وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں، مگر اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا، خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے، خواہ مشرکوں کو ناگوار ہی ہو" (الصف: 8-9)

حزب التحریر کا مرکزی میڈیا آفس

بہن زولفیا امانوف کے خلاف عدالتی کاروائیوں کے مضمرات

(قَدْ بَدَتْ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ)

"بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو کچھ (عداوت) ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے۔" (آل عمران:118)

22 اگست کو جمہوریہ کرغستان کے شہر اوش میں ضلعی عدالت میں بہن زولفیا امانوف کا مقدمہ اختتام کو پہنچا۔ اس سے پہلے کویا توف ایلار، میرزا بائیکوف بولات، عبدالدایف الماس پر مشتمل عدالتی بنچ نے جج کو جاکلولاف رمضان کی طرف سے یکم جون 2014 کو لگائے گئے الزامات سے بہن کو بری قرار دیا تھا جس میں بہن کے بارے میں 50 ہزار سوم جرمانہ اور ایک سال جیل کی سزا کا فیصلہ سنایا گیا تھا۔ ماہرین اور تحقیق کاروں کی عدم حاضری کی بنا پر عدالتی کاروائی بار بار ملتوی ہونے کے باعث تاخیر کا شکار بنی رہی اور 13 مئی سے اس حوالے سے میٹنگ کو آٹھ دفعہ ملتوی کیا گیا، جس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ ہماری بہن زولفیا اور اس کے خاندان کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔

گزشتہ سماعت کے دوران اٹارنی جرنل ریمکولا فا ایم نے ہماری بہن زولفیا پر انتہا پسندانہ سرگرمیوں کا الزام عائد کرتے ہوئے جج سے مطالبہ کیا تھا کہ اسے مجرم قرار دیا جائے اور 5 سال جیل کی سزا دی جائے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ بہن زولفیا پر یہ الزامات اور سزائیں ججز اور ایوان عدالت کے اراکین کی جانب سے ذاتی اقدامات کی بنیاد پر عائد کیے جارہے ہیں؟ یا یہ سب کچھ ازبکستان کی اس مجرم حکومت کے احکامات کی پیروی میں کیا جارہا ہے جس نے زولفیا کے والد امانوف حمید اللہ شہید کو اغواء کیا تھا اور ان کو مسلسل 14 سال تک قید خانوں میں تشدد کا نشانہ بنائے رکھا اور جب انہیں پتہ چلا کہ امانوف کے ارادے مضبوط ہیں جنہیں توڑا نہیں جاسکتا تو ان کو درندگی سے قتل کر ڈالا؟ یا پھر یہ کاروائیاں کرغستان کے اندر تشکیل پانے والی اس نئی حکومت کی طرف سے عمل میں لائی جارہی ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ لڑنے میں اپنے پڑوسیوں کی پیروی کرتی ہے؟ یہ وہ حکومت ہے جس نے انتہائی بے شرمی سے اپنے عوام کی آزادی سلب کرلی ہے، وہ حکومت جو لوگوں کے اندر شراب نوشی اور گھٹیا طرزِ زندگی کو رواج دے رہی ہے، وہ حکومت جس نے اپنی قوم کو روٹی کے ٹکڑوں کو حاصل کرنے کے لئے دور دراز کے ممالک کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا ہے، اور یہ وہ حکومت ہے جو بے چاری عورتوں پر ظلم ڈھا کر ان کو جیلوں میں قید کردیتی ہے اور ان کے شوہروں کو قتل اور بچوں کو یتیم بنادیتی ہے

ہم آپ لوگوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ تم کس بنیاد پر ہماری بہن زولفیا پر یہ الزامات تھوپ رہے ہو جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرتی ہے؟ اور کس وجہ سے تم ہماری ان پاکباز اور متقی بہنوں کو جیلوں میں قید کرتے ہو؟ تم نہیں جانتے کہ مسلمان خواتین کا پیچھا کرنا اور کوئی بھی ایسا عمل جو ان کی ایذا رسانی کا باعث بنے حرام ہے حرام ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے قرآن کریم میں مؤمنین اور مؤمن عورتوں کو ایذا پہنچانے پر سخت تنبیہ کی ہے اور فرمایا ہے ، وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا "اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو اُن کے کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچاتے ہیں، اُنہوں نے بہتان طرازی اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لاد لیا ہے" (الاحزاب:58)۔

اور اے ججوں اور اٹارنی جنرلو اور تجھے بھی اے اتامبایوف! ہم اللہ تعالیٰ کے اس قول سے خبردار کرتے ہیں وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا "اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو اُن کے کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچاتے ہیں، اُنہوں نے بہتان طرازی اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لاد لیا ہے" (الاحزاب:58)۔

ہماری بہادر بہن زولفیا اپنا حق مانگتی ہے کہ اس کے والد کی لاش اس کے سپرد کی جائے اور اس کے قاتلوں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ یہ حق اس کو اللہ عزوجل اس کے خالق نے دیا ہے کہ خون کا بدلہ خون سے لیا جائے اور اس کے اس موقف کا مکمل احترام ہونا چاہئے تھا۔

ہم تم سے پوچھتے ہیں! تم اپنی ذمہ داریاں کیوں نبھاہ نہیں رہے ہو اور ان مجرموں کو بے نقاب کیوں نہیں کرتے ہو جنہوں نے ہمارے بھائی امانوف حمید اللہ کے ساتھ خیانت کی اور اس کے اغواء کی اجازت دی؟ اور اسی وقت تم نے امانوف حمید اللہ کی رہائی کا مطالبہ کیوں نہیں کیا؟ جبکہ تب بھی تم جج اور اٹارنی جرنل کے عہدوں پر فائز تھے؟ یہی تمہاری ذمہ داری تھی! تم کس طرح ایک کمزور اور بے بس مسلمان کی عزت پر دست درازی پر خاموشی کو اختیار کرتے ہو؟ اس کی حمایت کے لئے تم لوگ حرکت میں کیوں نہیں آئے؟ بے شک مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کی ایذا رسانی پر خاموشی عظیم ظلم ہے اور اس کی وجہ سے آدمی گناہ کے اندھیروں میں غرق ہوجاتا ہے۔

آخر میں ہم حزب التحریر والے اس بات پر مکمل بھروسہ رکھتے ہیں کہ اللہ کی نصرت اور خلافت علی

منہاج النبوۃ کا دوبارہ قیام نزدیک ہے.....وہ خلافت جو حق اور عدل کی روشنی سے چمکتی ہو گی.....تب اپنی عدالت میں ہر اس ظالم کو کھڑا کر دے گی جس نے اس امت کے لوگوں پر دست درازی کی ہو گی تاکہ اسے اپنے کئے کی سزا مل جائے.....اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل امر نہیں۔﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾"اوراس روز مومن خوش ہو جائیں گے، اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب اور مہربان ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے، وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا، لیکن اکثر لوگ (اللہ کے تصرفات کو) نہیں جانتے" (الروم:4-5)

ڈائریکٹر مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر

بقیہ صفحہ 2 سے

کہ اللہ کے پیغمبر محمد ﷺ وہی رسول ہیں جن کا ان کی کتابوں میں وعدہ کیا گیا ہے، مگر وہ اس بات پر تم سے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنا رسول تمہاری طرف بھیجا، ان کی طرف کیوں نہیں بھیجا، ان کا یہ حسد اور جلن ان کی عادت ہے اور ان کی کتابوں میں ان کو اس قسم کی تمناؤں کا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا، بلکہ اس کے برعکس ان کو آپ ﷺ کی تصدیق کرنے کا حکم دیا گیا تھا، تو یہ ان کی اپنی ایک خواہش ہے۔ کسی امر الٰہی کی تعمیل کی بنا پر نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ مؤمنین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کا حکم آجانے تک ان سے درگذر کریں، اس حکم سے کیا مراد ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بعد میں اس کو بیان کیا ہے (قَاتِلُوا الَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلاَ يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلاَ يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنْ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ) "وہ اہل کتاب جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نہ یوم آخرت پر اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے اور نہ دین حق کو اپنا دین مانتے ہیں، ان سے جنگ کرو، یہاں تک کہ وہ خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں" (التوبہ:29)۔ اس لئے ان سے درگذر صرف اس وقت کیا جائے گا جب وہ اسلام کو قبول کریں یا اسلامی احکامات کو تسلیم کر لیں ورنہ ان سے تلوار کے ساتھ نمٹا جائے گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ تاکیدی حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر چیز پر اسے قدرت حاصل ہے اور اپنے بندوں پر غالب ہے ،ارشاد ہے (إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) "بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔

(لَوْ يَرُدُّونَكُمْ) - لَو - کا کلمہ اگرچہ شرط کے لئے آتا ہے، (شرط کو "اگر" اور "تو" کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے) مگر یہاں **أن** (کہ) کے معنی میں ہے، اس لئے یہاں جوابی جملہ نہیں لایا گیا۔ معنی ہو گا کہ ان کی خواہش ہے کہ وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔

3۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ مسلمانوں کے لئے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی فرضیت بیان کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ مؤمن شخص خیر کا کوئی بھی عمل آگے بھیجتا ہے تو وہ اس کو قیامت کے دن اپنے سامنے پائے گا، یعنی اللہ کے حضور اس کا ثواب اس کو مل کر رہے گا اور اس عمل خیر کا کوئی حصہ رائیگاں نہیں ہو گا، کیونکہ اللہ سبحانہ کو کسی بھی عمل کی اطلاع ہوتی ہے چاہے چھپا کر کیا جائے یا اعلانیہ، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی اس پر جزا دیتے ہیں اس لئے فرمایا (إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ) "بے شک جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اُسے دیکھ رہا ہے"۔

بقیہ صفحہ 3 سے

جنون نے نوجوان لڑکیوں کے کھانے پینے کی خراب عادتوں میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مصنوعات کو بیچنے کیلئے ماڈلز جس حد تک دُبلی ہو جاتی ہیں وہ ناممکن اور حیاتیاتی لحاظ سے نامناسب ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف دہ حقیقت کو بیان فرمایا ہے کیونکہ وہ ہی خوب بیان کر سکتا ہے (وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ) "جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے ریگستان میں ریت کو پیاسہ پانی سمجھے یہاں تک کہ جب اُس کے پاس آئے تو اُسے کچھ بھی نہ پائے اور اللہ ہی کو اپنے پاس دیکھے تو وہ اُسے اس کا حساب پورا پورا چکا دے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے"۔ (سورۃ النور۔ آیت 39)

اس کے برعکس اسلام، جو کہ زندگی گزارنے کا سچا راستہ ہے، مرد و خواتین کے لیے خوشی کی خاطر کھوکھلے مقصد طے نہیں کرتا۔ اسلام روز بروز بڑھتی ہوئی کنزیومرازم کے ذریعے انسان کی جبلتوں اور ضروریات کے استحصال کی اجازت بھی نہیں دیتا۔ اسلام میں بالکل منفرد انداز سے انسان کی جبلتوں اور حاجات کو منظم کیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کیا جائے۔ اسلام میں اس مقصد کو ہر عمل میں رکھا گیا ہے، کسی بچے کو دیکھ کر مسکرانے سے لے کر صدقہ دینے تک اور خاندان کیلئے حلال روزی کمانے سے لیکر ظالم کے سامنے سچ بولنے تک۔ ہر عمل اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جو اطمینان اور خوشی کا باعث بنتا ہے کیونکہ انسان کی روح آخرت کے بکثرت انعامات کی خواہش رکھتی ہے۔ لہٰذا خلافت میں، جو پہلے تھی اور جلد دوبارہ لوٹے گی انشاء اللہ، ایک ایسا معاشرہ ہو گا جو کہ زندگی کے خالق کی رضا کیلئے کوشش کرے گا۔

مھنا الجبیل کے مقالے کا جواب

کیا یہ ممکن ہے کہ امت کی وحدت کو حاصل کرنے کے لئے جمہوریت خلافت کا متبادل ہو سکتی ہے؟

الجزیرہ ویب سائیٹ نے 23 اگست 2014 کو المعرفۃ سیکشن میں استاد مھنا الجبیل کا مقالہ شائع کیا جس کا عنوان تھا: "وحدت، خلافت اور جمہوریت"۔ اس مقالے کو لکھنے والے نے ان مسلمان نوجوانوں کو قدامت پسند کے نام سے مخاطب کیا جو جمہوریت کو قبول کرنے سے گھبراتے ہیں یا اسلامی وحدت کے حصول کے لیے اس کا تجربہ کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ یہ وحدت بلاشبہ کتاب اللہ اور سنت متواتر کے مطابق فرض ہے۔

لکھنے والے نے یہ سوچ عام کرنے کی کوشش کی ہے کہ "جمہوری دستوری نظام کو سمجھنے بڑی تشنگی پائی جاتی ہے جبکہ یہ دستوری نظام ہی مختلف ادیان اور فرقوں سے تعلق رکھنے والے شہریوں کو قومی دستوری حق کی ضمانت دیتا ہے"۔ وہ مزید کہتا ہے کہ "وہ ممالک جو جمہوریت کے زیر سایہ ہیں دوسرے غیر جمہوری ممالک کے بنسبت اسلامی وحدت کے مفہوم اور پیمانے سے زیادہ مطابقت رکھتے ہیں"۔

اس پر زور دینے کے بعد کہ جمہوریت ہی وحدت کے حصول کا زیادہ قابل عمل طریقہ ہے، لکھنے والے نے اشاروں اور کنایوں میں یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ اصطلاحی خلافت کے مفہوم کا شرع میں کوئی وجود نہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ خلافت ایک تاریخی نام ہے جس کو وراثت میں حکمرانی پانے والوں کے لیے استعمال کیا گیا جو اس کے مستحق نہیں تھے۔ پھر اس نے خلافت کا یہ تصور دیا کہ چند علاقائی ممالک کی فیڈریشن بنا کر اس اتحاد کے سربراہ کو خلیفہ قرار دیا جائے!

لکھنے والے نے آخر میں اس کا یہ خلاصہ کیا ہے کہ شرع اور مسلمانوں کی تاریخ میں خلافت کی اصطلاح فکری پیچیدگی، ظاہری فہم اور پھر دور حاضر کی سیاست میں اس کے نتائج ایسے نہیں جو بعض نوجوان سمجھتے ہیں، اس لیے کسی بھی مسلم قوم کے لیے وطن کو سیاسی اور اجتماعی قوت بنانے اور آزادی کی خاطر قانونی مزاحمت کے لیے اس سیاسی ڈھانچے کو مسترد کرنے کا یہ کوئی معقول بہانہ نہیں ہے جو جمہوریت میں بن چکا ہے چنانچہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے ملکوں کے درمیان وحدت کے حصول کے لیے جمہوری منصوبے پر ہی کاربند رہیں۔۔۔

اس مضمون میں جو کچھ کہا گیا ہے اس پر ہم یہ تبصرہ کریں گے: "جمہوری ریاست" کی اصطلاح گھڑنے اور اس کو رواج دینے اور کسی ریاست کو جمہوری قرار دینے کے لئے مغرب نے تین من گھڑت، خیالی اور ناکام پیمانوں پر اعتماد کیا (Constitutional definition، Substantive measure، Procedural)۔ یہ تین اپنے تئیں خود تضادات کا مجموعہ اور عملاً خیالی ہیں!۔۔۔ چنانچہ جمیکا جیسے ملک کسی حد تک جمہوری ملک قرار دیا جاتا ہے کیونکہ وہ ایسے انتخابات کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے جو جمہوریت پسندوں کو پسند آئے حالانکہ جمیکا اپنے شہریوں سے زیادتی کرتا رہتا ہے جو کہ خود مغرب کے مطابق "جمہوری آزادیوں" کے خلاف ہے۔ اسی طرح انہوں نے عراق جیسے ملک کو جمہوریت میں بے مثال قرار دیا حالانکہ حال ہی میں المالکی کی حکومت جرائم میں صدام حکومت کو بھی پیچھے چھوڑ گئی!۔۔۔ جنوری 2011 کے انقلاب کے بعد مصر کے انتخابات جن کے نتیجے میں مرسی حکومت بنی تھی اور جن کے بارے میں یہ کہا گیا تھا کہ انتخابات شفاف تھے پھر فوج کی جانب سے سب کچھ الٹ دیا گیا اور مرسی کو برطرف کر دیا گیا اور یہ جمہوریت کے چیمپئن امریکہ کی آشیرباد سے کیا گیا!

ان زمینی حقائق اور جمہوری ماڈل کے مکمل ناکام ہونے کے بعد ہم اس لکھنے والے کے ہدف کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ ایک ایسے خیالی، تضادات سے بھرپور اور ناقابل عمل نظام پر اعتماد اور اسے اختیار کرنے کی دعوت اور امت کے عقیدے سے پھوٹنے والے نظام خلافت جس کی جڑیں تاریخ میں گہری ہیں جو تقریباً چودہ صدیوں تک نافذ رہا، کو ترک کرنے کا مقصد کیا ہے؟ کیا لکھنے والا یہ نہیں سمجھتا کہ ایک ایسے ناکام اور خیالی نظام سے چمٹے رہنا جو ناقابل عمل ہے ایسا ہی ہے جیسا کہ ایسی رسی سے لٹکنا جو ہوا میں معلق ہو اور کیا یہ ایک خیالی چیز کے پیچھے بھاگنا نہیں۔۔۔؟

اس کے بعد مقالے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ جمہوریت لوگوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے مثالی نمونہ ہے حالانکہ زمینی حقائق اس کے برعکس ہیں اور جمہوری ممالک کی صورت حال اس کے خلاف ہے۔ فرانس کو ہی لیں جہاں مسلمانوں عورتوں کے سکارف اوڑھنے پر پابندی ہے، سوئٹزر لینڈ میں مناروں پر پابندی لگائی گئی ہے، امریکی ڈرون جو افغانستان، پاکستان، یمن اور صومالیہ میں مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں۔۔۔ بلکہ وہ صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے بغیر کسی منصفانہ عدالتی فیصلے کے خود اپنے مسلمان شہریوں کو قتل کرتے ہیں، امریکی خفیہ ایجنسیوں کو پیشگی قتل

کی اجازت کا قانون جس کی اوباما نے بھی توثیق کر دی ہے اور اس پر عملدرآمد بھی ہو رہا ہے۔۔۔ پھر جمہوری مغرب کی جانب سے سب سے بڑا جرم جس کو (اسرائیل) کہا جاتا ہے کی سرپرستی، ابوغریب کی شرمناکیاں، گوئٹاناموبے کی رسوائیاں اور اس کے ساتھ ویتنام میں امریکہ کی روسیاہی، پھر دیکھیں دوسری عالمی جنگ میں جو کچھ ہوا۔۔۔ آخر میں ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ جمہوریت نے انسانیت کو شر، قتل و غارت گری اور کرپشن کے سوا کیا دیا؟

خلافت ایک شرعی حقیقت ہے اور یہ شرعی وحدت بھی ہے، کتاب اور سنت کے نصوص اس کے ذکر سے بھرے ہیں، اس کے قواعد کو بیان کرتے ہیں۔ خلافت کی فرضیت کے بارے میں امت یا آئمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾ "کسی مؤمن مرد اور مؤمن عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کریں تو ان کو اس میں کوئی اختیار ہو اور جس نے اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کی تو کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا" (الاحزاب:36)۔

خلافت صرف بیعت کے ذریعے خلیفہ کا انتخاب نہیں بلکہ یہ خلافت ایک مکمل نظام حیات ہے جس میں معاشرتی نظام، اقتصادی نظام، حکمرانی کا نظام، عدالتی نظام، تعلیمی نظام، سزاوں کا نظام اور دیگر نظام ہائے حیات پائے جاتے ہیں۔ یہ نظام اس اسلامی ریاست میں صدیوں تک موجود تھے جو اسلام کو نافذ کرتی تھی، اسی لیے وہ ریاست دنیا کے لیے ایک آئیڈیالوجیکل ریاست تھی جس نے نور اور عدل کے علم کو بلند کیا، جس نے امت ، اس کے عقیدے اور اس کے مقدسات کی حفاظت کی ضمانت دی۔۔۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ "اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے" (الانبیاء:107)

حزب التحریر نے پاکستان بھر میں بیانات کی مہم چلائی

حقیقی تبدیلی خلافت ہے جو افواج پاکستان سے نصرۃ طلب کرنے کی ذریعے سے ہی آئے گی

حزب التحریر ولایہ پاکستان نے پاکستان بھر میں عوامی بیانات کی مہم چلائی۔ اس مہم کا مقصد جمہوریت اور آمریت کے تماشے کو بے نقاب کرنا تھا جس نے پاکستان کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ مساجد اور عوامی مقامات پر خطاب کرتے ہوئے حزب التحریر کے شباب نے عوام سے کہا کہ موجودہ سیاسی جماعتیں چاہے وہ حکمرانی میں ہوں یا حزب اختلاف میں ، موجودہ اس کفریہ نظام کی حمائت کر کے خود کو بے نقاب کر چکی ہیں جس کو برطانوی راج اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جماعتیں امت کی اسلام کی بنیاد پر تبدیلی کی مقدس اور پاک خواہش کو استعمال کرتے ہوئے جمہوریت کی ترویج کر رہے ہیں جو صرف ان جماعتوں اور ان کے واشنگٹن میں بیٹھے ہوئے آقاوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

مقررین نے امت سے کہا کہ وہ سیاسی جماعتوں سے جمہوریت کو دھتکارنے اور خلافت کے قیام کی جدوجہد کرنے کا مطالبہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ حقیقی تبدیلی صرف خلافت کا قیام ہے کیونکہ خلافت اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو نافذ کرتی ہے جبکہ جمہوریت امریکی ایجنٹوں کی خواہشات کو قوانین بنانے کا اختیار دیتی ہے۔

مقررین نے امت سے کہا کہ وہ حزب التحریر میں شمولیت اختیار کریں اور اس کے ساتھ مل کر خلافت کے قیام کی فرضیت کو پورا کریں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر عائد کی ہے۔ انہوں نے امت سے کہا کہ وہ افواج پاکستان میں موجود اپنے والد، چچاؤں، بیٹوں اور دوستوں سے مطالبہ کریں کہ وہ اسلام کی حکمرانی کے قیام کے لئے نصرۃ فراہم کریں بالکل ویسے ہی جب انصارِ مدینہ نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے لئے انہیں نصرۃ فراہم کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو اجر عظیم عطا فرمائے جو ظالم حکمرانوں کے سامنے بہادری کے ساتھ کلمہ حق بلند کرتے ہیں اور کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں کرتے اور اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

﴿مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾

"کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے" (ق:18)

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس



کراچی ۔ حزب التحریر پاک فوج کو جمہوریت اور آمریت کی حمایت ترک کر کے خلافت کے لیے نصرۃ فراہم کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے





اسلام آباد۔ حزب التحریر کے ممبران نے مساجد اور عوامی مقامات پر خطاب کئے





لاہور۔ مقررین نے امت سے کہا کہ وہ سیاسی جماعتوں سے جمہوریت کو دھتکارنے اور خلافت کے قیام کی جدوجہد کرنے کا مطالبہ کریں

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز ز اور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا ابن خلیل ابوالرشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس